پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ

۱۰ فروری ۲۰۰۳ء

دریا جو بہ رہا ہے، سبحان تیری قدرت!
ہر قطرہ کہ رہا ہے، سبحان تیری قدرت!

جو بار اٹھا سکے نہ، ارض و جبال و افلاک
انسان سہ رہا ہے، سبحان تیری قدرت!

(حضرت شاہ سید نفیس الحسینی)

Rs.7/-

Regd. No- LW/NP/63

JAN . 2003

Fortnightly
Tameer-e-Hayat
Nadwatul Ulama, Lucknow-226 007

R.N.I. No- UP.URD/2001/6071
Vol.2, Issue No: 22

طبی دنیا کی ایک اہم ضرورت

دنیائے علم و فن کا ایک شاہکار

وصی میڈیکل ڈکشنری (انگریزی اردو)

(از: مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی)

جس میں علم طب کے ہر شعبہ سے متعلق امکانی لغات و مصطلحات (ترجمہ و تشریح کے ساتھ) بڑی عرق ریزی سے جمع کر دئے گئے ہیں۔

ملنے کے پتے: (۱) مکتبہ فردوس، مکارم نگر (بہرائچ) ٹیگور مارگ لکھنؤ (۲) مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

رعایتی قیمت کے ساتھ دستیاب ہے۔

MAU LALTEL

PH: 0547-2520875
MOBILE: 9838059891

مئو لال تیل — درد سے فوراً آرام

جوڑوں کے درد، چوٹ، موچ، زخم، جلنے، کٹنے، ورم، بچوں کے سردی لگ جانے میں مفید ہے۔

تیار کردہ

Girhast Chemicals Company
Maunath Bhanjan-MAU-275101 (U.P.)

Ph. Nos 2260433- 2242946

جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں
آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس
Gahna Palace

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت

تاج
اسلامک جنتری دستیاب ہے

ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے پارے، پنج سورے، عربی، فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ اور گیس پیپر وغیرہ بہترین اور مناسب قیمت میں ہم سے طلب کریں۔

نوٹ: آپ اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔

طلب کریں۔ قیمت ۵/-

تاج بکڈپو، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی۔ جدید ترین فیشن کے
Shirt, Trousers Coat Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowrre, Jackets, Kurta, Vastecoat suit, Night suits& ties
شادی بیاہ، تیوہار اور پارٹی کے موقع کے لئے شاندار ذخیرہ
تشریف لائیں

MEN MARK®
Men's Exclusive
58, Halwasia Market
Hazratganj, Lucknow
Ph.: Shop:216948 Resi.: 227443

صبا کا ہیئر آئیل
دماغ اور بالوں کا انمول ہیئر ٹانک
حسنی فارمیسی

چشمہ ساگر
ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔
AUTO REFRECTO METER AR-860
فوٹو کرائک ☆ کونٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس
فینسی پاور اور دھوپ کے چشموں کا قابل اعتماد مرکز
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Office Ph. No 2787250 (Ext.) 18, Guest House - 2323864 Fax No- 0522-2787310, 2788376
Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Press Tagore Marge, Lucknow-U.P.
Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

قربانی کی حقیقت

کسی حیوان کی قربانی کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ اکثر مذاہب میں رائج تھا، عرب میں اسکا طریقہ یہ تھا کہ لوگ جانور ذبح کر کے بتوں پر چڑھا دیتے تھے، کبھی یہ کرتے تھے کہ مردہ کی قبر پر کوئی جانور لا کر باندھ دیتے تھے اور اس کو چارہ گھاس نہیں دیتے تھے، وہ اسی طرح بھوک اور پیاس سے تڑپ کر مر جاتا تھا، اس عرب یہ سمجھتے تھے کہ خدا ان کے نذرانہ سے خوش ہوتا ہے، چنانچہ قربانی ذبح کر کے معبد کی دیوار پر اس کے خون کا چھاپ دیتے تھے، یہودیوں میں یہ طریقہ تھا کہ اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت جلا دیتے تھے اور اس کے متعلق وہ جو رسوم ادا کرتے تھے، ان کی تفصیل صفحوں میں بھی نہیں سما سکتی ان کا عقیدہ تھا کہ یہ قربانی خدا کی غذا ہے۔

بعض مذاہب میں یہ تھا کہ اس کا گوشت چیل اور کوؤں کو کھلا دیتے تھے، پیغام محمدیؐ نے ان سب طریقوں کو مٹا دیا، اس نے سب سے پہلے یہ بتایا کہ اس قربانی سے مقصود خون اور گوشت کی نہیں بلکہ تمہارے دلوں کی غذا مطلوب ہے، فرمایا:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (حج:۵)

"اللہ کے پاس قربانی کے جانور کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے"۔

اسلام نے تمام عبادات میں سوائے حج کے موقع پر قربانی واجب کی ہے اور اہل استطاعت کے لئے، جو موقع حج پر نہ گئے ہوں، مقام حج کی یاد کے لئے قربانی مسنون کی گئی ہے تاکہ اس واقعہ کی یاد تازہ ہو جب ملت حنفی کے سب سے پہلے داعی نے اپنے خواب کی تعبیر میں اپنے اکلوتے بیٹے کو خدا کے سامنے قربان کرنا چاہا تھا اور خدا نے اس کو آزمائش میں پورا اترتا دیکھ کر اس کی چھری کے نیچے بیٹے کی بجائے دنبے کی گردن رکھ دی اور اس کے پیروؤں میں اس عظیم الشان واقعہ کی سالانہ یادگار قائم ہو گئی۔

اسی کے ساتھ پیام محمدیؐ نے یہ تعلیم دی کہ اس قربانی کا منشا ارواح کو خوش کرنا، معصیتوں کو دور کرنا، جان کا فدیہ دینا یا صرف خون بہانا اور گردن کاٹنا نہیں ہے بلکہ اس سے مقصد دو ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکر ادا کیا جائے کہ اس نے جانوروں کو ہماری ضرورتوں میں لگایا اور ان کو ہماری غذا کے لئے مہیا کیا اور دوسرا یہ کہ ان کا گوشت مسکینوں اور فقیروں کو کھلا کر خدا کی خوشنودی حاصل کی جائے چنانچہ فرمایا: ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ﴾ "ہم نے ہر قوم کے لئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ ان جانوروں پر خدا کے نام کی یاد کریں جو ہم نے ان کو روزی کی، تو تمہارا خدا ایک خدا ہے، اسی کے آگے سر جھکاؤ اور عاجزی کرنے والے بندوں کو خوشخبری سنا دو"۔

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (حج:۵)

"اور قربانی کے جانوروں کو خدا کی نشانیاں بنایا ہے تمہارے لئے ان میں بہت فائدے ہیں، ان کو قطار میں کھڑا کر کے تم ان پر خدا کا نام لو، تو جب وہ پہلو کے بل جھکیں (یعنی ذبح ہو جائیں) تو ان میں سے کچھ خود کھاؤ اور باقی قناعت پسند فقیروں اور محتاجوں کو کھلا دو، اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے کام میں لگایا ہے کہ خدا کا شکر ادا کرو"۔

یہی وجہ ہے کہ خدا کے نام کے سوا کسی اور کے نام پر اگر جانور کو ذبح کیا جائے تو محمد ﷺ کی شریعت میں یہ فعل شرک ہے اور ایسے جانور کا گوشت کھانا حرام ہے، وما اهل به لغير الله۔ عرب میں دستور تھا کہ خاص رجب کے مہینہ میں قربانی کرتے تھے، اسلام کے بعد لوگوں نے اس کے متعلق آپؐ سے پوچھا، آپؐ نے فرمایا کہ خدا کے نام سے جس مہینہ میں چاہو ذبح کرو، نیک کام خدا کے لئے کرو اور (غریبوں کو) کھلاؤ (۱) غرض قربانی کی یہی دو حقیقتیں ہیں، صرف خون بہانے کے لئے خون بہانا قربانی کی حقیقت نہیں اور نہ یہ خون بہانا مشرکوں دیویوں اور دیوتاؤں کی طرح اسلام کے خدا کو خوش آتا ہے۔

(علامہ سید سلیمان ندویؒ۔ سیرت النبی جلد پنجم)

(۱) سنن ابوداؤد

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ اشاعت کے ۴۰ سال

جلد نمبر ۴۰ — شمارہ نمبر ۴

۱۰ر فروری ۲۰۰۳ء مطابق ۸ر ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین

معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا نذر الحفیظ ندوی
- مولانا عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

زر تعاون

سالانہ ۱۵۰/- ——— فی شمارہ ۷/-

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۳۵/- ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک ——— ۲۰/- ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayaat

Post Box. No- 93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 18 (Ext) 2787250 مہمان خانہ (0522)2323864

Website : www.nadwatululama.org

E-mail : nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین و مندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط و کتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکیا طیف پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

تعلیم الحدیث

عید الاضحیٰ اور قربانی — مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی — ۲

اداریہ

اہل حق کو مشکلات و مصائب سے گھبرانا نہ چاہئے — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۳

قند مکرر

قربانی کی روح — مولانا محمد الحسنی — ۵

چراغ راہ

موجودہ حالات میں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ — ۶

دعاء و مناجات

دعائے مضطر — ابوالخیر برق — ۱۰

مضامین و مقالات

☆ اسمائے حسنیٰ کا پیغام اور ان کی حقیقت — پروفیسر سید رضوان علی ندوی — ۱۲

☆ قصیدۂ بانت سعاد اور قصیدۂ بردہ: ایک تعارف — حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی — ۱۳

☆ کعبہ مقصود — حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی — ۱۵

☆ تحریک دینی تعلیمی کونسل: ایک تعارف — ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی — ۱۸

"تعمیر مسلسل" کی روشنی میں

☆ اسوۂ ابراہیمی اور شیوۂ آزری — ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی — ۱۹

☆ اسلامی تاریخ کے تابندہ نقوش — ڈاکٹر نعیم صدیقی (ابوظہی) — ۲۲

یاد رفتگاں

پروفیسر سید ضیاء الحسن ندوی مرحوم — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۲۵

روداد چمن

مادر علمی کو علمی تحفے — مولانا نذر الحفیظ ندوی — ۲۷

کتابوں کی دنیا

افق اعلیٰ (شعری مجموعہ) — مولانا محمود حسن حسنی ندوی — ۲۹

روداد سفر

فرقہ پرستی کے خلاف سرگرم عمل ہونے کی ضرورت — مولانا اسحٰق حسینی ندوی — ۳۰

سدبھاؤنا و شانتی کارواں میں حضرت ناظم ندوۃ العلماء کی شرکت

آخری صفحہ

ندوہ میں شعبۂ صحافت کا قیام — جناب حسین امین — ۳۲

مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی کا درس بخاری — ادارہ

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارے کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرما کر ممنون کریں۔

تعلیم الحدیث

عیدالاضحیٰ اور قربانی

مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

عن انس رضی الله عنه قال لما قدم النبی صلی الله علیه وسلم المدینة ولهم یومان یلعبون فیهما،فقال: ما هذان الیومان؟ قالوا کنا نلعب فیهما فی الجاهلیة، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: قد ابدلکم الله بهما خیراً منهما یوم الاضحی ویوم الفطر.

(رواہ ابوداؤد فی السنن)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو وہاں سال میں دو دن جشن منانے اور کھیلنے کودنے کے لئے مقرر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو وہاں کے باشندوں نے جواب دیا کہ جاہلیت کے زمانہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے ان کے عوض ان سے بہتر دو دن تمہیں عطا فرمائے ہیں، ایک عیدالاضحیٰ کا دن، دوسرے عیدالفطر کا دن۔

دنیا کے مختلف علاقوں میں ہر زمانہ میں یہ دستور رہا ہے کہ سال کے کچھ مخصوص ایام خوشیاں منانے اور کھیلنے کودنے کے لئے ہوتے ہیں، مدینہ منورہ میں ہجرت سے پہلے ''نیروز'' اور ''مہرجان'' کے نام سے دو دن تہوار کے لئے مخصوص تھے، تہوار کے نام سے ان دنوں میں آزادی کے ساتھ خوشیاں منائی جاتی تھیں، آج بھی دنیا کی مختلف قوموں میں یہ نظام رائج ہے اور اکثر و بیشتر ''تہوار'' کے نام پر وہ سب کچھ روا سمجھا جاتا ہے جس کا تصور بھی ایک شریف انسان کے لئے مشکل ہے۔

یہ نبوی تعلیمات کا فیضان ہے کہ مسلمانوں کے لئے خوشی منانے کے جو دو دن مخصوص ہوئے وہ دونوں دن دو اہم باتوں کے اختتام کے موقع پر شکرانہ ادا کرنے کے لئے ہوئے۔ ایک رمضان المبارک کے روزوں کی تکمیل کے موقع پر، دوسرے مناسک حج کی ادائیگی کے بعد، بندے اس میں اپنے مالک کا شکر ادا کرتے ہیں اور خدا کی توفیق پر خوش ہوتے ہیں۔

عیدالاضحیٰ میں دو گانہ شکر کے ساتھ اپنے مالک کو راضی کرنے کے لئے قربانی بھی کی جاتی ہے، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے، صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ قربانی کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا یہ تمہارے جد امجد حضرت ابراہیم کی سنت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی قربانی سے تعبیر تھی، جب انھوں نے توحید کی منادی کی تو نمرود نے ان کو آگ میں ڈال دیا، اللہ نے آگ کو گل گلزار بنادیا، پھر اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ بیوی ہاجرہ اور شیر خوار بچہ اسماعیلؑ کو مکہ مکرمہ کی سرزمین میں چھوڑ آئیں جہاں بظاہر زندگی کے کوئی آثار نہ تھے، حضرت ابراہیمؑ نے یہ قربانی بھی دی، حضرت اسماعیلؑ کی پیاس کی شدت اور حضرت ہاجرہ کی بے چینی اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کو اللہ نے ایسا قبول فرمایا کہ اس کو فریضۂ حج کا ایک جز بنادیا، پھر سب سے بڑی قربانی اللہ نے ان سے یہ لی کہ لاڈلے بیٹے پر خود ان کے ہاتھ سے چھری چلوائی، اپنی دانست میں چاہنے والے باپ نے اپنے محبوب فرزند کو قربان کر دیا، مگر اللہ کو ان کی محبت کا خلوص دیکھنا تھا، حضرت ابراہیمؑ اس کسوٹی پر بھی پورے اترے اور انھوں نے دکھادیا کہ ان کا دل اللہ کی محبت سے لبریز ہے، انھوں نے اللہ کے حکم سے بیٹے کے گلے پر چھری چلادی، محبت قربان ہو چکی تھی، بیٹے کو اللہ نے محفوظ رکھا، ان کی جگہ ایک دنبہ لاکر لٹا دیا گیا جو اللہ کے نام پر ذبح ہو چکا تھا۔

اللہ کو ان کی یہ قربانی ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے اس کو رضائے الٰہی کا ذریعہ بنادیا گیا کہ ہر صاحب نصاب پر قربانی ضروری قرار دی گئی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ جب اللہ کے نام پر جانور قربان کرتا ہے تو خون زمین پر گرنے سے پہلے اس کی مغفرت کا سامان ہو جاتا ہے اور جانور کے ایک ایک بال کے عوض اس کو نیکیاں ملتی ہیں۔ اس لئے حکم ہے کہ تندرست جانور ذبح کیا جائے، مگر یہ بات ضرور ذہن میں رہنی چاہئے کہ قربانی سے صرف اللہ کی رضا مقصود ہو، اگر نام و نمود کا خیال آگیا تو مقصد ہی فوت ہو جائے گا کہ قربانی کا اصل مقصد ہی ماسوا اللہ کی محبت کو دل سے نکالنا ہے کہ اس کے سامنے نہ کسی کی چاہت و محبت کا کوئی نقش ہو، نہ اپنی عزت و ناموس کا خیال، بس صرف اسی کو راضی کرنے کی دھن ہو۔ اس قربانی کا اصل پیغام یہی ہے کہ دل کی کیفیت بدل جائے اور اعمال پر اس کا اثر پڑے، ارشاد ربانی ہے:

"لَنْ یَنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاءُ هَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ" کہ اللہ کو اس کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا اس کو تو تمہارے دل کا تقویٰ چاہئے۔ ☆

اداریہ

اہل حق کو مشکلات و مصائب سے گھبرانا نہ چاہئے

ان کے ساتھ ان کے پروردگار کی مدد ہوتی ہے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر عالمی برادری کو ان راہوں سے ہٹانے اور بچانے کی عظیم ذمہ داری ڈالی ہے جو را ہیں دنیا و آخرت دونوں کے لحاظ سے بگاڑ و تباہی لاتی ہیں۔ یہ راہیں وہ ہیں جو انسان میں خود غرضی، نفس پرستی اور من مانی زندگی اختیار کر لینے کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ انسان اپنی خود غرضی اور من مانی زندگی کے اثر سے اپنے پروردگار کے حکموں کو نظر انداز کرتا ہے اور اس کے پیغمبروں کی تعلیمات سے دستکش ہو جاتا ہے، آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کو سلب کرتا ہے اور اپنی نفسانی اغراض کی خاطر ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے اور ذاتی زندگی میں اپنے خواہش نفس کے تقاضے سے ایسے گرے ہوئے اخلاق و عادات کو اختیار کر لیتا ہے جو امراض جسمانی کے طرز پر امراض نفسانی ہوتے ہیں جن سے ایک طرف معاشرہ کی اخلاقی زندگی تباہ ہو جاتی ہے تو دوسری طرف آپس میں اغراض و خواہشات کے مابین ایک دوسرے سے سخت ٹکراؤ ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں سب ہی نقصان اٹھاتے ہیں۔ برے اعمال سے یہ برا نتیجہ ہوتا ہے اور یہ برا نتیجہ پوری قوم کی تباہی کی شکل میں سامنے آتا ہے جس کا سبب خود انسانوں کے اختیار کردہ خراب اور بگڑے ہوئے اخلاق اور عادات و کردار ہوتے ہیں یہ خدا کا بنایا ہوا قانون ہے کہ برائی کا نتیجہ برا ہوتا ہے اور یہی اشارہ ہے جو قرآن کریم کی آیت بما کسبت ایدی الناس میں ملتا ہے زندگی میں یہ بگاڑ عمومیت اختیار کر لیتا ہے قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس کہ خشکی و تری سب میں بگاڑ ظاہر ہو گیا ہے اور یہ لوگوں کے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے ہے۔ انسانوں کے خود اپنے ہاتھوں کے کرتوت سے ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اس راحت و نعمت کی زمین میں بعض بعض وقت پوری انسانیت کی تباہی کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی رحیم و کریم ہے وہ ایسے بگاڑ اور خرابی کو درست کرنے کے لئے اپنے بندوں میں ان لوگوں کو جو اس کے حکموں کو ماننے والے اور اس کی مرضی پر چلنے والے ہوتے ہیں، کھڑا کرتا رہا ہے، چنانچہ یہ کام اس کے نبی اپنے اپنے زمانہ میں انجام دیتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا اور ان کے بعد اپنے ان نیک بندوں سے یہ کام لیتا رہا ہے جو اپنے نبی کی لائی ہوئی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارتے اور اصلاح و ارشاد کے کاموں کی ذمہ داری انجام دیتے ہیں۔ چنانچہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے علماء و صلحاء اس کام کی ذمہ داری آج سے چودہ سو سال سے ادا کرتے رہے ہیں اس ذمہ داری کے لئے اولاً خود اعلیٰ اخلاق کے حامل بننے کی ضرورت ہوتی ہے پھر اس کام کو حکمت و موعظت سے انجام دینا ہوتا ہے۔

اس کام کے انجام دینے میں ان کو بڑی دشواریاں بھی پیش آتی ہیں اور منحرف اخلاق و کردار کے لوگ رکاوٹ ڈالتے اور دشمنی کا رویہ اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے داعی حق کو زحمتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور تکلیفیں اٹھانا پڑتی ہیں اور دنیا کی بعض نعمتوں سے ان کو محروم بھی ہونا پڑتا ہے لیکن اس کا اجر دنیا میں شہرت و عزت کی شکل میں اور آخرت میں اجر و جزا کی شکل میں ملتا ہے۔ دنیا میں ہر طرف اس وقت من مانی اور خدا کے حکم کے خلاف زندگی گزارنے کا ایک سلسلہ قائم ہے۔ عورتوں کی بے محابا آزادی، حرام آمدنی کے بے تکلف حصول، جنسی انارکی، قومی اور شخصی مفاد کی خاطر دوسروں کی حق تلفی اور ظالم و طاقتور کی طرف سے کمزوروں کا استحصال ایسے بڑے پیمانے پر عمل میں آرہا ہے کہ اس کی تفصیلات حیران کر دینے والی ہیں امت مسلمہ کے افراد میں اپنی ساری کمزوریوں کے باوجود اپنی شریعت کی بنا پر یہ خرابیاں دوسروں کے مقابلہ میں کم ہیں اور ان کی صاف و سچی شریعت ترازو کی طرح اچھے اور برے اعمال کو پرکھنے میں رہنمائی کرتی ہے یہ شریعت اپنی صداقت و جرأت کی بنا پر دنیا کے دیگر قوموں اور طبقات کی طرف سے مخالفت و دشمنی کا نشانہ بنتی ہے اسی مخالفت و دشمنی کو مسلمانوں کو جھیلنا اور اس کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اس طرح دنیا کی جاہلیت نواز قومیں سب ایک طرف اور امت مسلمہ ایک طرف ہو گئی ہے اور سب کا نشانہ بن رہی ہے اس پر اور اس کی شریعت پر مختلف انداز سے حملے ہو رہے ہیں اور اس حقیقت و عزت کو بدارادوں کے تحت برے ناموں اور برے القاب سے لوگوں کی نظروں سے گرانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ امت میں جو عبادت و اطاعت الٰہی توجہ سے کرے تو بنیاد پرست و قدامت پرست کہلاتا ہے اور ظلم و جور کے خلاف

آواز اٹھائے تو تشدد پسند اور جارحیت نواز اور کوئی ظلم و بربریت کا جواب دینا چاہے تو دہشت گرد، پھر یہی نہیں بلکہ اس کام کو بین الاقوامی پیمانہ پر انجام دیا جارہا ہے اور اس کے لئے آلات حرب وضرب استعمال کر کے مخالفت کے جذبے کو دبا دینے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں اس وقت دنیا کا شاید ہی کوئی مسلمان ملک ایسا ہو جو ان باتوں کا نشانہ نہ بن رہا ہو، اس کے برعکس اسرائیل جس نے پرامن باشندوں کے کتنے گھر گرادیئے، کتنے بے گناہوں کو ابدی نیند سلا دیا اور آلات حرب وضرب کی تیاری میں کوئی حد باقی نہیں رکھی وہ اس سب کے باوجود نہ تشدد پسند ہے نہ جارح، نہ ظالم ہے، نہ دہشت گرد۔

جنوں کا نام خرد پڑ گیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

لیکن اس سب کے باوجود مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے اور بگاڑ وفساد پیدا کرنے والوں کی اصلاح کرنے کے اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے کے نتیجہ میں ناپسند کرنے والوں کی مخالفت کے حالات اور کچھ نقصانات سے گزر سکتے ہیں اور یہ ان کی چودہ سو سالہ تاریخ میں بار بار ہوا ہے اور عہد نبوی میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں لیکن ظلم وتعدی کی تمام حرکتوں کے باوجود اس امت کو ختم نہیں کیا جاسکا ہے اور نہ کیا جاسکتا ہے یہ امت سب ظلم جھیلنے کے بعد بھی مزید توانا اور مضبوط ہو کر اٹھ کھڑی ہوتی رہی ہے اور ظلم وجبر اور ہلاکت خیزی کرنے والوں کو اس زمین وآسمان کے خالق ومالک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار سزا بھی ملی ہے۔

اس لئے حالات جتنے بھی خراب ہوں مسلمانوں کو مایوس نہ ہونا چاہئے اور حق کے بالآخر سربلند ہونے اور باطل کے سرنگوں ہونے کی توقع رکھنا چاہئے۔ لیکن اپنے اخلاق وکردار کو بھی ایسا درست رکھنا چاہئے جو امت اسلامیہ کے شایان شان ہے اور اپنی انفرادی اور قومی دونوں طرح کی زندگی کو حق وصداقت کے معیار کے مطابق بنانا اور دلوں میں ایمان ویقین کی شمع فروزاں رکھنا چاہئے اور تکلیفوں پر جو کہ عارضی ہیں اور صرف اس دنیا تک محدود ہیں آخرت کے اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر وثبات کا ثبوت دینا چاہئے۔ باطل کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ حق کے مقابلہ میں زیادہ ٹھہر نہیں سکتا اور حق کا مقابلہ نہیں کرسکتا اس لئے فرمایا گیا کہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (حق آیا اور باطل چھٹ گیا بے شک باطل چھٹ جانے والا ہے) اور وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین. (اور تم ہی سربلند ہو اگر تم اصحاب ایمان ہو)۔

ان کو یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ اگر خود وہ ان گناہوں اور برائیوں میں مبتلا ہوتے ہیں جن سے ان کے پروردگار نے منع کیا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نشاندہی کی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی پکڑ ہوسکتی ہے اور ایسا ہوتا بھی رہا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے رب کے حکموں کی خلاف ورزی پر سزا دیا تنبیہاً اپنے رب کی طرف سے مصیبت میں مبتلا کردیا جاتا ہے جو دراصل خود ان کی بدعملی کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن یہ مصیبت توبہ واستغفار کے ذریعہ اور زندگی کو درست کر کے دور کرائی جاسکتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

کاروان رفتگاں

● قارئین کے علم میں یہ بات آچکی ہوگی کہ مفتی نسیم احمد قاسمی (امارت شرعیہ بہار واڑیسہ) کا گزشتہ دنوں انتقال ہوگیا۔ جواں عمری میں مفتی صاحب کی وفات ان کے خاندان وپس ماندگان کے لئے تو حادثہ ہے ہی علمی وملی لحاظ سے بھی ان کا انتقال ایک سانحہ اور خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی حسنات وخدمات کو قبول فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔

● مولانا نیاز احمد ندوی، استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء کے خسر جناب مولانا صفی اللہ صاحب کا ۸۳ برس کی عمر میں مئو میں انتقال ہوگیا۔ مرحوم دینی اداروں کے سرپرست بھی رہے اور تجارت سے وابستہ رہے، تجارت میں بھی انہوں نے اسلامی اصولوں کا ہمہ وقت استحضار رکھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر دے۔ حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء سے مرحوم کے مراسم دیرینہ اور گہرے تھے۔

● مولانا سلطان الہدیٰ صاحب ندوی کی بڑی والدہ گورکھپور میں رحلت کرگئیں قارئین کرام سے مرحومین ومرحومات کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

قند مکرر

تعمیر حیات کا ایک ورق
۴۰ برس پہلے

قربانی کی روح

مولانا محمد الحسنیؒ

قربانی کی حقیت یہ ہے کہ پہلے آدمی اپنے ارادہ، اپنی خواہش، اپنی عادت اور اپنے مزاج کے گلے پر چھری پھیرے، اپنے دل کے کہنے پر نہیں بلکہ خدا اور رسول کے کہنے پر چلنے کا فیصلہ کرے اور اس قسم کے ہر موڑ پر خدا کے ڈر اور آخرت میں جواب دہی کے خیال سے برائی سے اپنا ہاتھ روک لے اور دل پر پتھر رکھ کر اس سے باز رہے۔ وأمّا من خاف مقام ربّہ ونھی النّفس عن الھوی فإنّ الجنّۃ ھی المأوی۔

جو کوئی ناجائز آواز خواہ وہ کتنی میٹھی اور رسیلی ہو محض اس لئے نہ سنے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے، کسی غلط چیز خواہ وہ بار بار اس کے سامنے آئے محض اس لئے نگاہ پھیر لے کہ یہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہے، جو دوستوں کی محفل سے اپنی ساری دلچسپی کے باوجود محض اس لئے اٹھ آئے کہ اس میں غیبت وعیب جوئی ہورہی ہے۔ جو اپنے گھر والوں کے غلط اور ناجائز مطالبات ان سے اپنی محبت وتعلق کے باوجود محض اس لئے رد کردے کہ اس میں احکام شریعت سے سرتابی اور معصیت کا ارتکاب ہے۔ اپنے والدین، اپنے بھائیوں اور اپنے قریب ترین عزیزوں کے خلاف ان کی مروت اور شرم کے باوجود صاف صاف گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔

اس سے کم درجہ یہ ہے کہ جہاں وہ دن رات میں اپنی سینکڑوں خواہشات پوری کرتا ہے اور اپنے نفس کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہوجاتا ہے، وہاں وہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے، اس کے در رحمت پر دستک دینے اور اس کی نظر کرم کو متوجہ کرنے پر بھی صرف کرے اور اس کے لئے اپنے نفس اور مال اور اپنی خواہش وعادت کی بھی تھوڑی بہت قربانی پیش کرے۔

وہ کم از کم بڑے بڑے گناہوں سے بچے، غیبت، خیانت، جھوٹ، بدنگاہی اور فرائض میں کوتاہی سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے اور اس راہ میں اگر اس کو اپنے اوقات اور اپنی عادات کی کچھ قربانی کرنی پڑ رہی ہو تو اس سے بالکل دریغ نہ کرے۔

قربانی کی یہ صحیح تصویر ہے جس پر خدا کی نصرت کا وعدہ ہے، اس قربانی میں کوئی تقسیم نہیں، یہ جانور کی قربانی سے لے کر اپنے نفس کی قربانی تک محیط ہے، بلکہ جانور کی یہ قربانی دراصل اسی نفس کی قربانی کا عکس اور اس کی مثالی تصویر اور اس کا مادی پیکر ہے اور جانور کی قربانی کا کیا ذکر، حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسی ہستی کی قربانی کا حکم اور اشارہ اسی لئے تھا کہ اس محبت کی قربانی ہو جو ایک چاہنے والے باپ کے دل میں اپنے محبوب فرزند کے لئے موجود ہوتی ہے۔

قربانی کی حقیقت اور اس کی روح (خواہ وقت کی قربانی ہو یا مال کی، جان کی ہو یا خواہشات کی، محبت کی ہو یا عادت کی اور رجحان کی) یہ ہے کہ آدمی خدا کے ڈر کے سامنے، ماحول، سماج اور حکومت کے ڈر سے اور خدا اور رسول کی محبت کے سامنے انسانوں کی محبت، دولت کی محبت اور دوسری تمام محبتوں سے دستبردار ہوجائے اور اس کو اپنے تمام تعلقات، محبتوں، عادتوں اور خواہشوں پر ترجیح دے۔

حدیث میں آیا ہے کہ تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مال، اہل وعیال اور اس کے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

اور خود قرآن مجید کا صاف ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔ (سورہ توبہ: ۲۴)

(ترجمہ) ”کہہ دیجئے اگر باپ، دادا، تمہاری اولاد اور بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے اعزہ اور وہ مال جو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری کا تم کو ڈر ہے اور وہ رہنے کی جگہیں جو تم کو محبوب ہیں، اگر اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد اور کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم دیدے، بلا شک اللہ ہدایت نہیں کرتا فاسق لوگوں کو۔“

قربانی کا یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر اللہ کے کچھ بندوں نے پوری انسانیت کی قسمت بدل دی تھی اور اپنی حقیقت سمجھ لی تھی، خدا کی نصرت کے حصول کے لئے آج بھی یہی واحد راستہ ہے اور یہی ایسا راستہ ہے جو مسلم وغیر مسلم ہر قسم کی حکومت میں مسلمانوں کے لئے کھلا ہوا ہے، اس لئے اس میں اکثریت واقلیت اور آزادی ومجبوری کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

☆☆

چراغ راہ

موجودہ حالات میں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے راہِ عمل

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

اس وقت پورا عالم اسلام خاص طور پر ہمارا ملک ہندوستان (جو صدیوں تک اسلامی اقتدار، عزت وشرف اور اسلامی علوم وفنون کا مرکز رہا ہے، اور جہاں ایسی زبردست اصلاحی تحریکیں، مصلحین اور علمائے ربانیین پیدا ہوئے، جن کی دعوت واثرات عالم اسلام کے دور دراز ملکوں تک پہنچے) ایک ایسے آزمائشی دور سے گزر رہا ہے جس کی نظیر گذشتہ تاریخ میں صدیوں تک نہیں ملتی، اس دور آزمائش میں مسلمانوں کا صرف ملی تشخص، دین کی دعوت وتبلیغ کے مواقع وامکانات اور ملک و معاشرہ کو صحیح راستہ پر لگانے اور اس کائنات کے خالق ومالک کی صحیح معرفت اور عبادت اور دین صحیح کی طرف رہنمائی کی صلاحیت اور استطاعت تو بڑی چیز ہے (کم سے کم اس ملک ہندوستان میں) ان کی زندگی کا تسلسل، جسمانی وجود، عزت وآبرو، مساجد ومدارس، اور صدیوں کا دینی وعلمی اثاثہ اور قیمتی سرمایہ بھی خطرہ میں پڑ گیا ہے، وہ نہ صرف دور دراز قصبات اور دیہاتوں میں بلکہ بڑے بڑے مرکزی شہروں میں بھی جہاں وہ بڑی تعداد میں بستے ہیں، اور ممتاز صلاحیتوں، ذہنی امتیازات اور مہارتوں کے مالک ہیں، کچھ عرصہ سے خوف وہراس کی زندگی گذار رہے ہیں اور کہیں کہیں انکا نقشہ بعینہ وہ ہو گیا ہے جس کی تصویر قرآن مجید نے اپنے بلیغ ومعجزانہ الفاظ میں اس طرح کھینچی ہے۔

"ضاقت علیھم الأرض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم۔" (سورہ توبہ آیت ۱۱۸)

"زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہو گئیں۔"

اس صورت حال کی اگر کوئی مثال پچھلی تاریخ میں مل سکتی ہے تو وہ ساتویں صدی ہجری (تیرہویں صدی عیسوی) میں تاتاریوں کا ترکستان، ایران اور عراق پر حملہ ہے، جس نے شہر کے شہر بے چراغ اور تودۂ خاک بنا دیے تھے اور عالم اسلام کی چولیں ہل کر رہ گئی تھیں، لیکن وہ ایک نیم وحشی قوم کی فوجی یلغار تھی جس کے ساتھ کوئی دعوت، تہذیب، فلسفہ، مذہبی نفرت وتعصب اور جسمانی ومعنوی نسل کشی (Cultural Genocide) کا منصوبہ یا ارادہ نہ تھا، اور نہ وہ کسی متوازی تہذیب و فلسفہ کے حامل تھے، اس وقت خوش نصیبی سے وہ اہل دل، صاحب روحانیت، دین کے مخلص اور صاحب تاثیر داعی ومبلغ بھی موجود تھے جن کے اثر و صحبت سے پوری کی پوری تاتاری قوم (جو لاکھوں کی تعداد میں تھی) اسلام کی حلقہ بگوش ہی نہیں، دین حق کی حامی ومحافظ اور علمبردار بن گئی اور اس نے متعدد وسیع وزبردست اسلامی سلطنتیں قائم کیں مشہور مورخ پروفیسر آرنلڈ (T.W.Arnold) اپنی کتاب "دعوت اسلام" (Preaching of Islam) میں لکھتا ہے:

"لیکن اسلام اپنی گذشتہ شان وشوکت کے خاکستر سے پھر اٹھا اور واعظین اسلام نے انھیں وحشی مغلوں کو جنھوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم اٹھا نہ رکھا تھا مسلمان کر لیا۔"

آج کی صورت حال، خاص طور پر جن ملکوں میں مسلمان عددی اقلیت میں ہیں اور ماضی میں وہ حکومت واقتدار کے منصب پر فائز رہ چکے ہیں، دوسرے اسلامی ممالک سے مختلف اور زیادہ نازک ہے، یہاں ان کی تاریخ (ایک علمی اور سیاسی سازش کے تحت) اس طرح مرتب اور پیش کی گئی ہے کہ وہ اکثریت میں بغض ونفرت اور انتقامی جذبہ پیدا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے، پھر بعض اوقات ان ملکوں کی سیاسی قیادتوں یا وقتی پیش آمدہ مسائل میں مسلمانوں کی رہنمائی ونمائندگی کرنے والی تنظیموں اور جماعتوں نے غیر متعدل جذباتیت، ناعاقبت اندیشی اور نام ونمود حاصل کرنے کے شوق میں ہنگامہ خیزی سے کام لینے کی غلطی کی، وہاں مسلمان شدید مذہبی منافرت اور تعصب، تہذیبی و ثقافتی محاذ آرائی (Confrontation) کا شکار ہوئے، پھر نصاب تعلیم، صحافت (Press) اور ابلاغ عامہ (Public Media) کے ذریعہ مسلمانوں کی آئندہ نسل کو اولاً تہذیبی وثقافتی ارتداد، ثانیاً (خاکم بدہن) ایمانی واعتقادی ارتداد کا شکار بنانے کا منصوبہ بنایا گیا اور اس کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے، یہ حالات یقیناً نہ صرف ایمانی ومذہبی غیرت اور پختہ دینی شعور رکھنے والوں کے لئے بلکہ حالات پر سطحی نظر رکھنے والے مسلمانوں کے لئے بھی جو گرد وپیش کے حالات کو دیکھتا، اخبارات پڑھتا، اور خبریں سنتا ہے سخت تشویش انگیز ہیں، وہ کبھی مایوسی اور بعض اوقات حالات کے سامنے سپر انداز ہو جانے پر بھی آمادہ کرتے ہیں۔

لیکن اس خدائے واحد پر ایمان رکھنے

والے مسلمان کے لئے جس کے ہاتھ میں اس کارخانۂ عالم کی باگ ڈور ہے، اپنے دین کا محافظ، حق کا حامی، مظلوم کی مدد کرنے والا، پامال اور خستہ حال کو اٹھانے والا اور سرکش ومتکبر کو نیچا دکھانے والا ہے اور جس کی شان یہ ہے کہ:

ألا له الخلق والأمر.

"دیکھو سب مخلوق بھی اس کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔"

کوئی انقلاب اور تغیر حال ناممکن نہیں، اس خدائے واحد کے بارے میں مسلمان شہادت دیتا ہے کہ:

قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر إنک علیٰ کل شئی قدیر. تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب۔ (آل عمران آیت ۲۶۔۲۷)

"کہو کہ اے خدا! (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار میں جان پیدا کرتا ہے اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔

ایک ایسے موقع پر جب ایک مفتوح و مغلوب قوم کے غالب آنے اور ایک فاتح اور غالب ملک کے مغلوب ہونے کے بارے میں نہ کوئی امید تھی نہ کوئی پیشین گوئی کی جرأت کر سکتا تھا قرآن مجید میں صاف فرمایا گیا ہے:

للہ الأمر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم۔ (سورہ روم آیت ۴)

"پہلے بھی اور پیچھے بھی خدا ہی کا حکم ہے اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے خدا کی مدد سے وہ جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب و مہربان ہے۔"

لیکن اس تبدیلی حال اور اس خطرے سے بچنے کے لیے جواب مشاہدہ اور تجربہ کی شکل میں آگیا ہے کچھ خدائی قانون، اس کے بھیجے ہوئے آخری پیغمبر انسانیت کی تعلیمات اور خود اس کا اسوہ وسنت اور اس کے تربیت یافتہ اصحاب کاملین کا نمونہ وعمل ہے، پیش نظر مضمون میں قرآن وحدیث سیرت نبوی اور اسوۂ صحابہؓ کی روشنی میں چند شرائط وہدایات کو پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ اس وقت دنیا کے تمام مسلمانوں اور خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں کا سب سے پہلا فرض اور ضروری کام رجوع الی اللہ، انابت، توبہ واستغفار اور دعا وابتہال (گریہ وزاری) ہے قرآن مجید کی صریح آیت ہے:

یآ ایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر و الصلاۃ إن اللہ مع الصابرین۔ (سورہ بقرہ۔۱۵۳)

"اے ایمان والو! مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

ایک دوسری آیت میں فرمایا گیا:

أمن یجیب المضطر إذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض۔ (سورہ نمل۔۶۲)

"بھلا کون بے قرار کی التجا کو قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے۔"

دوسری جگہ فرمایا گیا:

یآ ایھا الذین آمنوا توبوا إلی اللہ توبۃ نصوحا عسیٰ ربکم أن یکفر عنکم سیآتکم۔ (تحریم آیت۔۸)

"اے ایمان والو! اللہ کے آگے سچی توبہ کرو عجب کیا ہے کہ تمہارا پروردگار (اسی سے) تمہارے گناہ تم سے دور کر دے۔"

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ ذرا بھی کوئی پریشانی کی بات پیش آتی تو فوراً نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور دعا میں مشغول ہو جاتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اذا حزبہ أمر صلی۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی پریشانی کی بات پیش آتی تو آپ نماز شروع کر دیتے۔

حضرت ابودرداء کی روایت ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا کان لیلۃ ریح شدیدۃ کان مفزعہ إلی المسجد حتی تسکن الریح وإذا حدث فی السماء حدث من خسوف شمس أو قمر کان مفزعہ إلی الصلاۃ حتیٰ ینجلی۔ (الطبرانی فی الکبیر)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب تیز ہوا والی رات ہوتی تو آپ کی پناہ گاہ مسجد ہوتی آپ وہاں اس وقت تک تشریف رکھتے کہ ہوا ٹھہر جاتی اگر آسمان میں سورج یا چاند کو گہن پڑتا تو نماز ہی کی طرف آپ کا رجوع ہوتا اور آپ اس وقت تک مشغول رہتے کہ گہن ختم

ہوجاتا۔"

اس بنا پر اس وقت دعا و مناجات، تلاوت قرآن پاک خاص طور پر ان آیات اور سورتوں کی تلاوت کا اہتمام کیا جانا چاہئے جن میں امن وامان اور فتح ونصرت کا مضمون آیا ہے مثلاً الم تر کیف ،لإیلف قریش اور آیت کریمہ لا الٰہ إلا أنت سبحنک إنی کنت من الظالمین کا ورد۔

۲۔ دوسری شرط اور ضروری اور فوری قدم یہ ہے کہ معصیتوں سے توبہ کی جائے، گناہوں سے اجتناب اور احتراز برتا جائے، حقوق کی ادائیگی ہو اس سلسلہ میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس ایک فرمان کا حوالہ دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے جو انھوں نے اپنی افواج کے ایک قائد کو بھیجا وہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اللہ کے بندہ امیرالمومنین عمر کا یہ ہدایت نامہ منصور بن غالب کے نام جب کہ امیرالمومنین نے ان کو اہل حرب سے اور ان اہل صلح سے جو مقابلہ میں آئیں، جنگ کرنیکے لئے بھیجا ہے، امیرالمومنین نے ان کو یہ حکم دیا ہے کہ ہر حال میں تقویٰ اختیار کریں کیوں کہ اللہ کا تقویٰ بہترین سامان، موثر ترین تدبیر اور حقیقی طاقت ہے امیرالمومنین ان کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کیلئے دشمن سے زیادہ اللہ کی معصیت سے ڈریں کیوں کہ گناہ دشمن کی تدبیروں سے زیادہ انسان کے لئے خطرناک ہے اور ان کے گناہوں کی وجہ سے ان پر غالب آجاتے ہیں اگر ہم اور وہ دونوں معصیت میں برابر ہو جائیں تو وہ قوت اور تعداد میں ہم سے بڑھ کر ثابت ہوں گے اپنے گناہوں سے زیادہ کسی کی دشمنی سے چوکنا نہ ہوں جہاں تک ممکن ہو اپنے گناہوں سے زیادہ کسی چیز کی فکر نہ کریں۔" (تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول)

۳۔ غیر مسلموں کو اسلام سے متعارف کرانے کی کوشش کریں اور ایسے کسی موقع کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں ہمارے پاس سب سے بڑی طاقت وہ فطری، معقول، پرکشش اور دل و دماغ کو تسخیر کرنے والا دین قرآن مجید کا اعجازی صحیفہ اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی دلکش اور دلآویز سیرت اور اسلام کی قابل فہم اور قابل عمل اور عقل سلیم کو متاثر کرنے والی تعلیمات ہیں جو اگر کھلے دماغ اور صاف ذہن سے پڑھی جائیں تو اپنا اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتیں اور انھیں نے دنیا کے وسیع ترین رقبہ اور متمدن اور ذہین قوموں کو اپنا عاشق اور اپنے اوپر کاربند بنالیا اور ملک کے ملک (جو اپنی صدہا سال کی تہذیبیں، فلسفے اور حکومتیں رکھتے تھے۔) ان کے حلقہ بگوش اور ان کے داعی ومبلغ بن گئے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اس ملک میں اس فرض کی ادائیگی میں اور اپنی اسی ذمہ داری کے احساس وشعور میں بڑی کوتاہی کی اس کا نتیجہ ہے کہ یہاں کی اکثریت اسلام کی ان روز مرہ کی خصوصیات نشانیوں اور اذان ونماز (جو شہروں دیہاتوں اور محلوں میں پنج وقتہ ہوتی ہے) کے بارے میں بعض اوقات ایسے سوالات کرتی ہے کہ بجائے ان پر ہنسی آنے کے اپنی کوتاہی پر رونا آنا چاہئے وہ ان کے مفہوم ومطلب سے اتنے ناواقف ہیں کہ جن کا قیاس میں آنا مشکل ہے۔ ان کے سلسلے میں ایسے تجربے کثرت سے سفر کرنے والوں اور غیر مسلموں سے میل جول رکھنے والوں کو دن رات پیش آتے ہیں اس مقصد کے لئے اردو انگریزی اور ہندی میں اسلام کے تعارف میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان سے کام لیا جاسکتا ہے۔

۴۔ اس سب کے ساتھ اس ملک میں جس میں صدہا سال سے مسلمان رہتے چلے آئے ہیں اور بظاہر ان کو اسی ملک میں رہنا ہے بقائے باہم، انسانی اور شہری بنیادوں پر اتحاد وتعاون اور انسانی جان اور عزت وآبرو کے تحفظ اور انسان کے احترام اور اس سے محبت کی تبلیغ اور تلقین ضروری ہے جو اس ملک کی فضا کو مستقل طور پر متعدل اور پر سکون بلکہ پر راحت اور باعزت رکھنے کی ضامن ہے اور جس کے بغیر اس ملک کے (جس کیلئے مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا مرکز اور دیس ہونا مقدر ہو چکا ہے) ترقی اور نیک نامی الگ رہی، امن وامان اور سکون واطمینان کے ساتھ باقی رہنا بھی مشکل ہے۔ یہ تحریک پیام انسانیت (پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے نام سے کئی سال پہلے شروع کی گئی اور ہندوستان کے تقریباً تمام مرکزی شہروں میں اس کے بڑے بڑے جلسے ہوئے جن میں خاصی تعداد میں غیر مسلم دانشور، فضلاء، سیاسی کارکن اور رہنما بھی شریک ہوئے اس تعارف اور اس کی ضرورت کی تشریح اور اس کے پیغام پر خاص لٹریچر اردو ہندی اور انگریزی میں تیار ہو چکا ہے اور اہل شوق کو آسانی سے دستیاب ہوسکتا ہے۔

۵۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں (خاص طور پر جہاں وہ اقلیت میں ہیں اور وہاں خطرات اور آزمائشوں کا امکان ہے) صلح پسندی، صبر وتحمل بلکہ ایثار وفیاضی کے ساتھ عزم و ہمت، صبر وثبات، شجاعت ودلیری کی صفت، راہِ خدا میں مصائب برداشت کرنے اور اس پر اللہ کے اجر وثواب کی طمع اور جنت اور لقائے رب کا شوق اور شہادت فی سبیل اللہ کے فضائل کا استحضار بھی موجود وزندہ رہنا چاہئے اس کیلئے ان صحابہ کرامؓ کے حالات اور داعیان اسلام کے کارناموں کا مطالعہ اور ان کا سننا وسنانا جاری رکھنا چاہئے جنھوں نے راہِ خدا میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور

قربانیاں دیں اور ان کو افضل اعمال اور قرب خداوندی کا حصول جنت کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھا کچھ عرصہ پہلے پڑھے لکھے اور دین دار گھرانوں میں واقدی کی فتوح الشام منظوم اردو ترجمہ صمصام الاسلام گھروں اور مجلسوں میں پڑھا جاتا تھا اور اس کا بڑا اثر پڑتا تھا اب بھی حکایات صحابہ (از مولانا زکریا صاحبؒ)، شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری) اور راقم سطور کی کتاب "جب ایمان کی بہار آئی"، سے کام لیا جاسکتا ہے ان کو مسجدوں، مجلسوں اور گھروں میں پڑھنے کا رواج ڈالنا چاہئے۔

۶۔ بڑی ضروری اور آخری بات یہ ہے کہ اس وقت ہر گھر کے ذمہ داروں، بچوں کے والدین اور موجودہ نسل کے لوگوں کو اپنے بچوں اور اپنی آئندہ نسل کو دین کی ضروریات سے اسلامی عقائد، دینی فرائض اور اسلامی اخلاق سے واقف کرانے اور بنیادی تعلیم دینے کی ذمہ داری خود قبول کرنا ہے اور ان پر لازم ہے کہ اس کو اپنا ایسا ہی انسانی و اسلامی فرض سمجھیں جیسا کہ بچوں کی خوراک وغذا، لباس وپوشاک، صحت وبیماری کے علاج کی ذمہ داری کو سمجھتے ہیں اور اس کا انتظام کرتے ہیں بلکہ حقیقت میں دین کی ضرورت، عقائد کی تعلیم اور صحیح اسلامی عقیدے کی حفاظت اور تقویت کا کام ان جسمانی وطبعی ضروریات کی تکمیل اور ان کے انتظام سے بھی زیادہ ضروری ہے اور اس سے غفلت ان انسانی وجسمانی ضروریات کی تکمیل سے غفلت اور اس کے بارے میں سہل انگاری سے کام لینے سے زیادہ خطرناک اور برے نتائج کا سبب ہے اس لئے کہ دینی تعلیم وتربیت اور صحیح اسلامی عقائد کا معاملہ ایک لافانی وابدی زندگی (حیات بعدالموت) کے انجام اور اچھے برے نتائج سے تعلق رکھتا ہے اللہ تعالیٰ صاف صاف ارشاد فرماتا ہے: یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا" (تحریم۔۶)

"اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے" اور صحیح حدیث میں آتا ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔ (بخاری) تم میں سے ہر ایک، ایک حاکم اور زیردست اور زیرفرمان لوگوں کے ذمہ دار کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر ایک سے اس کی اپنی اس رعیت (زیراثر لوگوں) کے بارے میں سوال کیا جائے گا اس لئے گھر گھر، محلہ محلہ، مسجد مسجد اور کتب کتب اور مدرسہ مدرسہ بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام ہونا چاہئے اور ہر عاقل و بالغ مسلمان اور عیال دار آدمی کو یہ ذمہ داری قبول کرنی چاہئے۔

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات سے گذارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے معاملہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44 Haji Building S V Patel Road,
Null Bazar Mumbai 400 003
Tele : Add Cupkettle
Tel : 23460220, 23468706
Tel : (R) 3095852

۱۲ نمبر اور ۱۲×۷ کی اسپیشل چائے استعمال کیجئے

بفضلہ تعالیٰ

بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات سے وابستہ نام

سلیمان عثمان

چند خاص مصنوعات: افلاطون، ڈرائی فروٹ برفی، ڈرائی ڈیٹ برفی، انجیر پاک، اخروٹ پاک، انڈا پاک، بادام کا زعفرانی حلوہ، بادامی حلوہ، سوہن حلوہ، بادامی سوہن حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، ملک کیک، ان کے علاوہ کاجو بسکٹ اور دیگر کئی قسم کے بسکٹ خستہ نان خطائیاں۔

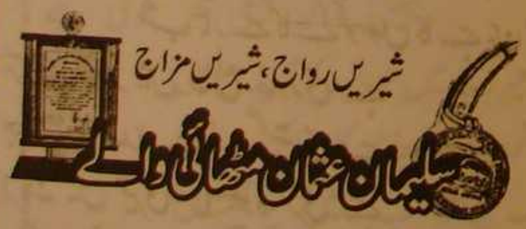

شیریں رواج، شیریں مزاج

سلیمان عثمان مٹھائی والے

۱۶۷، ابراہیم مرچنٹ روڈ بمبئی۔۲ فون: 23750059, 237557966
سلیمان عثمان بیکری: ۳۳، محمد علی روڈ نزد چونا بھٹی مسجد بمبئی۔۲ فون 23717842

دعائے مضطر

مولانا سید ابوالخیر برقؔ مرحوم

مولانا سید ابوالخیر حسنی برقؔ رائے بریلویؒ (المتوفی ۲رجون ۷۶ء) نہ صرف حدیث کے عالم و حافظ بلکہ اُردو ادب میں بھی ایک مخصوص اسلوب کے مالک تھے۔ ان کی مندرجہ ذیل ''دعا'' سے قارئین کو ان کی فنی لطافتوں اور ادبی باریکیوں کا خود اندازہ ہوگا، جو ان کی نظم ونثر کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اردو ادب میں ''گردشِ روزگار'' اور ''روزمرہ'' ان کی علمی یادگار ہیں۔

خفا ہو نہ یارب بہت ہو کے مجبور
جو کہہ جائے روداد غم قلب رنجور
ترے علم سے کوئی شے کچھ نہیں دور
مگر کیجئے کیا جہاں کا ہے دستور
مجھے ضبط کرنے میں راحت نہیں ہے
حکایت ہے مالک شکایت نہیں ہے

ترے فضل سے دور ہوتے ہیں آزار
سکوں یاد میں تیری پاتا ہے بیمار
گلستاں کی تقدیر ہوتی ہے بیدار
عناصر جہاں کے ترے حکم بردار
سنا ہے نوید بہار آرہی ہے
ہوا صحنِ گلشن میں اِٹھلا رہی ہے

کفِ دستِ میدان اور ایک ہستی
کڑی دھوپ ہے آگ سی ہے برستی
نہ پانی نہ سایہ نہ دریا نہ بستی
کلیجہ میں اک آگ ہمت میں پستی
ندامت سے بھی میں پسینے پسینے
نہ پوچھا مگر حال یارب کسی نے

ترے ہاتھ میں سلسبیل اور کوثر
فرات اور جیحوں پہاڑ اور سمندر
چمن اور صحرا گہر اور گل تر
حکومت تری آسماں پر زمین پر
ہوا تیرے بس میں سحاب اور شبنم
کنویں اور تالاب جھیل اور زمزم

بسیرا ہے چپ بیخبر اہل منزل
سکوں موجِ دریا میں خاموش ساحل
ہوئی شام اٹھتا نہیں در سے سائل
ترے پاس لایا ہے ٹوٹا ہوا دل
حکیم جہاں آفریں چارۂ درد
ہوا جاتا ہے میرا جینے سے دل سرد

چمکتی ہے بجلی گرجتا ہے بادل
گھٹا ٹوپ اندھیرا ڈراؤنا ہے جنگل
نہ تاروں کی بستی نہ شمعیں نہ مشعل
صدائیں مہیب اور حوادث مسلسل
ہوا تیز ہے، تیز ہے دل کی دھڑکن
شب تار ہے کالے کوسوں کا ہے بن

ترے قبضہ میں طالع خاوری ہے
جہاں پر سدا سے کرم گستری ہے
زمانہ میں تیری ہی جلوہ گری ہے
ہر اک شے پہ یارب تجھے برتری ہے
کراب میرے مالک مری دستگیری
تری ہی ریاست تری ہی امیری

قیامت کی سردی غضب ناتوانی
خنک بادِ صحرا خنک تر ہے پانی
حفاظت کا ساماں نہ وہ زندگانی
نہ اب خواب نوشیں نہ شام جوانی
نہ برگشتہ ہو رحمت آسمانی
سنے گا تو پھر کون میری کہانی

ہے بھیگی ہوئی رات پچھلا پہر ہے
مہ چاردہ شب چراغ سحر ہے
ستاروں کی بھی انجمن ختم پر ہے
خموشی کے عالم میں ہر دشت ودر ہے
ہوا اس پہر کی بڑی روح پرور
مریضوں کو بھی نیند آتی ہے اکثر

زمانے سے میں ایک آفت رسیدہ
اشک غم آنکھوں میں دل ہے طپیدہ
لیکن مثالِ گل نودمیدہ
لبوں پر تبسم گریباں دریدہ
یونہی رات ساری بسر ہوگئی ہے
نہیں آنکھ جھپکی سحر ہوگئی ہے

اندھیرے میں خورشید کو آب حیواں
رفونور سے چاند کا چاک داماں
فلک پر کواکب زمیں پر گلستاں
زمانے میں شاداب اکثر بیاباں
مرے بخت خوابیدہ کو بھی جگا کر
سعادت عنایت سے اپنی عطا کر

ترا نام ازل سے کراں تا کراں ہے
تو ہی مالک قسمت دوجہاں ہے
ترے وسعت قدرت میں کون ومکاں ہے
زمیں تیری یارب ترا آسماں ہے
مرا حال دل تجھ سے مخفی نہیں ہے
یہ بستی ہے کیسی کہ بستی نہیں ہے

بنا دے مرے دل کو پھر سے الٰہی
تری ملک یہ ہے نہیں ہے کسی کی
یہی آسماں ہے یہی عرش وکرسی
زمین حرم مسجد ایلیا بھی
مکاں یہ کہ تیرا بنایا ہوا ہے
حوادث کے ہاتھوں کا ڈھایا ہوا ہے

کوئی اس جہاں میں ہمارا نہیں ہے
سوا تیرے یارب سہارا نہیں ہے
ہمیں اپنے دل پر اجارا نہیں ہے
سفینہ بھنور میں کنارا نہیں ہے
ہمارے سفینے کا ہونا خدا تو
ہمارا ہے مالک ہمارا خدا تو

بس اے برقؔ چپ رہ کہاں تک حکایت
اسی میں کہیں ہو نہ جائے شکایت
زرا دیکھ تو باز ہے باب رحمت
خدا سے دعا کر دعا کی ہے ساعت
سعادت سے دارین کی بہرہ ور کر
قبول اے الٰہی دعائے سحر کر

سیرت

اسماء حسنیٰ کی حقیقت اور ان کا پیغام

پروفیسر ڈاکٹر رضوان علی ندوی

ایک متجسس اور طالب حق ذہن میں سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسماء حسنیٰ کے اس تصور اور پھر ان کی مشہور تفصیلی فہرست کے لئے ہمارا ماخذ کیا ہے؟ جہاں تک اس تصور کا تعلق ہے، اس کا ماخذ قرآن کریم ہے جس میں صراحت کے ساتھ متعدد بار ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، سب سے پہلے سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۰ ہے جس کی تلاوت میں نے آپ کے سامنے کی یعنی'' وللّٰہ الأسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا ''یعنی سب اچھے ناموں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے، ان ناموں سے اس کو پکارو یا یہ نام لے کر اس سے دعا کرو، پھر سورۃ الاسراء میں ہے''قل ادعوا اللّٰہ او ادعوا الرحمن ایاً ما تدعوا فلہ الأسماء الحسنیٰ '' اور آخر میں سورۂ الحشر میں ہے''ھو اللّٰہ الخالق البارئ المصور لہ الأسماء الحسنیٰ۔''

اس قادر مطلق کے اسم ذات یا اسم الجلالہ ''اللہ'' کے ساتھ اسماء حسنیٰ بعض اچھے اور خوبصورت نام وہ اسماء صفات ہیں جن میں اللہ کی صفات، عظمت وجلالت، کبریائی وجبروت، رحمت ورأفت، عفو ودرگزر، قدرت وقوت، ہدایت وحکمت، علم وبصیرت، تصرف ومشیت، رزاقی وکرم گستری کا بیان ہے، اور جو قرآن کریم میں موجود ہیں۔

جہاں تک ان اسماء حسنیٰ کے عدد اور تفصیل کا ذکر ہے تو اس کی توثیق (AUTHENTICIY) ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث سے ہوتی ہے، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث اس ذیل میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے، جو یہ ہے،'' ان للّٰہ تسعۃ وتسعون اسماء من حفظہ دخل الجنۃ ''یعنی اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ایسے ہیں جن کو کوئی حفظ کرلے تو وہ جنت میں جائے گا۔

اس حدیث سے ہمیں ننانوے ناموں کے عدد کا پتہ چلتا ہے، لیکن قدیم علماء محققین اور محدثین نے لکھا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صرف ننانوے نام ہیں، بلکہ یہ مطلب ہے کہ ان کثیر ناموں میں سے جو کوئی ننانوے نام ہی یاد کریگا، وہ جنت کا مستحق ہوگا، پھر اس صحیح حدیث کی تشریح کرتے ہوئے انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ صرف ان اسمائے حسنیٰ کے حفظ کرلینے سے جنت کا استحقاق نہیں ہوتا، بلکہ ثواب عظیم کا مستحق وہ ہوگا جو ان کے مطابق عمل بھی کرے گا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو اسماء حسنیٰ قرآن وحدیث میں مذکور ہیں وہ ننانوے سے کہیں زائد ہیں، پانچویں صدی ہجری کے مشہور عالم وفقیہ قاضی ابوبکر بن العربی اندلسی نے تو لکھا ہے کہ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء حسنیٰ گنائے ہیں۔

اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ ننانوے نام جو ہم سب لوگ جانتے ہیں اور جن کو بہت سے لوگ بطور وظیفہ پڑھتے ہیں، یہ کہاں سے آئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مشہور ومتداول ننانوے اسماء حسنیٰ صرف ایک حدیث میں جو حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی میں مذکور ہیں، اور کسی قدر ردوبدل اور حذف وزیادت کے ساتھ سنن ابن ماجہ میں بھی وارد ہیں، مگر جن قدیم مفسرین ومحدثین نے اس حدیث ترمذی کی تحقیق کی ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں ان ناموں کی گنتی اور تفصیل نہیں بیان فرمائی بلکہ ترمذی میں وارد اس حدیث کے ایک راوی ولید بن مسلم نے ننانوے نام حدیث مذکور کے ساتھ بیان کئے ہیں اور پھر وہ زبان زد عام ہوگئے۔

جن لوگوں کو پابندی سے تلاوت قرآن کا شغف ہے وہ یقیناً یہ محسوس کرتے ہوں گے کہ ان مشہور ننانوے ناموں میں بعض وہ اسماء حسنیٰ نہیں ہیں جن کو ہم قرآن کریم میں روز پڑھتے ہیں، جیسے الرب، القدیم، المولیٰ، النصیر، الخلاق، القاہر وغیرہ وغیرہ، اسی طرح وہ دیگر اسماء حسنیٰ بھی ہیں جو صحیح احادیث نبوی میں وارد ہیں اور وہ ان ننانوے ناموں میں نہیں پائے جاتے، جیسے جواد، جمیل، رفیق وغیرہ۔ اس نتیجہ سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اسماء حسنیٰ صرف یہی مشہور اور متداول ننانوے نام نہیں بلکہ اور بھی ہیں، حقیقت حال اتنی ہے کہ ایک قدیم راوی حدیث ولید بن مسلم نے قرآن وحدیث سے یہ ننانوے نام اخلاص، نیک نیتی اور برکت کے خیال سے منتخب کر کے مرتب کئے، جن کو عالم اسلام میں صدیوں سے قبولیت عام حاصل ہوگئی اور وہ معتبر ہیں۔

جہاں تک دینی پہلو کا تعلق ہے تو جیسا کہ میں نے پہلے علماء ومحققین کی رائے نقل کی کہ اس سے مقصد صرف ان اسمائے حسنیٰ کا حفظ ودرد نہیں بلکہ ان کے عملی فوائد بھی حاصل ہوسکتے ہیں جب ہم ان بابرکت اسماء کو اپنے ذہن وقلب میں ہر وقت تازہ رکھ کر اپنے کردار کو ان کے مطابق ڈھالیں، اسی صورت میں ہم بہت سی انفرادی اور اجتماعی برائیوں سے ان اسماء کے طفیل پاک ہوسکتے ہیں

بقیہ ص ۱۷

گلہائے عقیدت

قصیدۂ بانت سعاد اور قصیدہ بردہ۔ ایک تعارف

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

''بردہ'' چادر کو کہتے ہیں، اس کا اطلاق ایسے پیراہن پر بھی ہوتا ہے، جو جسم کی ناپ پر نہ تراشا گیا ہو، حضور اکرم ﷺ نے کعب ابن زہیر بن ابی سلمیٰ کو اس قصیدہ سے خوش ہوکر اپنا پیراہن مبارک مرحمت فرمادیا تھا، اس لئے اس قصیدہ کا نام ہی ''قصیدہ بردہ'' پڑ گیا اور ''بانت سعاد'' مطلع کا ابتدائی لفظ ہے، چوں کہ بوصیریؒ کے قصیدہ پر بھی انھیں خواب میں ایک چادر مرحمت ہوئی تھی، اس لئے ان دونوں قصیدوں میں تمیز کے لئے پہلے کو ''قصیدہ بانت سعاد'' اور دوسرے کو ''قصیدہ بردہ'' کہتے ہیں۔

اس قصیدہ کے مصنف کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ ایک قادر الکلام، پُرگو، اصناف سخن پر حاوی، اور خاندانی شاعر تھے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ انھوں نے اپنے ہوش وحواس میں پایا تھا۔ ان کے والد زہیر بن ابی سلمیٰ جاہلیت کے نامی گرامی شاعر تھے، ان کا قصیدہ سبعہ معلقہ کا تیسرا قصیدہ ہے، جس کا مطلع ہے:

أمِن أُمِّ أوفیٰ دِمنَۃٌ لَم تَکَلَّمِ
بِحُومَانَۃِ الدَّرّاجِ فَالمُتَثَلِّمِ

ان کے بھائی قادر الکلام شاعر تھے، جنھوں نے زہیر کو چند برجستہ اشعار سے مخاطب کیا تھا اور جس کے ذریعہ آگاہ کیا تھا کہ انھوں نے ہجو کہہ کر بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

کعب کے قصیدہ کی تصنیف اور اس کی مقبولیت کا واقعہ یہ ہے کہ کعب اور بجیر دو بھائی تھے۔ اور بلادِ غامد (یمن کے جنوب) کے رہنے والے تھے، یہ دونوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کرکے اپنے وطن سے چلے، راستے میں ایک مقام ''ابرق العزاف'' پڑتا تھا، وہاں پہنچ کر کعب کی طبیعت کچھ بدل گئی، اس نے اپنے بھائی بجیر سے کہا پہلے تم جاؤ اور دیکھو مدینہ والے (ﷺ) کیسے پیغمبر ہیں، وہاں سے آکر اپنی رائے دو تو پھر ہم بھی چلیں گے۔ بجیر نے اپنا سفر جاری رکھا اور خدمت میں پہنچتے ہی مشرف بہ اسلام ہوگئے، کعب کو اس کی اطلاع ملی تو بہت برہم ہوا اور ایک ایسا قصیدہ کہا جس میں اپنے بھائی کو ملامت کی اور رسول کریم ﷺ کی ہجو کا ارتکاب کر بیٹھا اور اپنے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ایک ایسے دین کو جو خاندانی روایات کے خلاف تعلیم دیتا ہے، جس کو ہمارے آباء واجداد نے کبھی سنا بھی نہ ہو، جس کو اپنے پڑوسی اور اشراف قبائل کی حمایت حاصل نہ ہو تم نے کس طرح قبول کرلیا؟

اشعار اس زمانہ میں آگ کی طرح پھیل جاتے تھے، اور بہت جلد زبان زد ہوجایا کرتے تھے، اس ہجو کی خبر بارگاہِ نبوی تک پہنچ گئی، محسوس کیا گیا کہ یہ اشعار سخت فتنہ پیدا کرنے اور لوگوں کو دین سے محروم کردینے کا سبب بنیں گے جو فتنہ پھیلے گا وہ ایک شخص کی ہلاکت سے کہیں زیادہ خطرناک ہوگا، جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: "الفتنۃ اشد من القتل" (فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے) لہٰذا کعب کے خون کو مباح قرار دے دیا گیا، بجیر نے بھی اپنے بھائی کعب کو اسی کی ردیف وقافیہ میں چند شعر لکھ کر بھیجے کہ تم جس دین پر ملامت کررہے ہو، وہی دین حق ہے، ہم نے لات وعزیٰ کا دین چھوڑ کر اللہ کا دین اختیار کیا ہے، جو نجات اخروی اور دنیا میں سلامتی کا یقینی راستہ ہے، بجیر نے اس قصیدہ میں اس کا اشارہ بھی کردیا کہ کعب نے جو راستہ اختیار کیا ہے، وہ ہلاکت کا ہے، اور عذاب آخرت کی قسمت میں لکھا جاچکا ہے، دنیا میں بھی اس کی سزا پائے گا۔

اس دھمکی کو سن کر کعب گھبرایا اور نبی کریم ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر مدینہ منورہ روانہ ہوگیا، مسلمان اس کی بدزبانی کی خبر سن چکے تھے، اور اس کے خون کے مباح ہونے کا حال بھی ان کو معلوم تھا وہ سب کی نظروں سے بچتا بچاتا مسجد نبویؐ میں پہنچ گیا، اس کے بعد کی روایت یہ ہے کہ مسجد نبویؐ میں اس نے رسول اللہ ﷺ کو دریافت کیا، لوگوں نے اشارہ سے بتادیا، خدمت گرامی میں حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ! کعب اپنے گناہ سے شرمندہ ہے اور توبہ کرکے اسلام میں داخل ہونے کی غرض سے آیا ہے، اگر اس کو خدمتِ عالیہ میں حاضر کردوں تو آپ معاف فرمادیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں، اس نے عرض کیا کہ کعب میں ہی ہوں اور دستِ مبارک میں اپنا ہاتھ دے کر اسلام قبول کیا اور یہ قصیدہ سنایا جس کا مطلع ہے!

بانت سُعَادُ فَقَلبِی الیَومَ مَتبُولُ
مُتَیَّمٌ إثرَھَا لَم یُفدَ مَکبُولُ

''سعاد'' جدا ہوگئی میرا دل آج مریض محبت ہے، اور اس میں ایسا گرفتار ہے جس کے پیروں میں بیڑی ڈال دی گئی ہے، اور اس کو رہا کرانے کی خاطر فدیہ بھی نہیں دیا گیا۔

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں اس قصیدہ کے ۵۱ شعر نقل کئے تھے، ابن ہشام نے اپنی تحقیق سے سات شعروں کا اضافہ کیا ہے۔

اس قصیدہ کے مضامین حسب ترتیب یہ ہیں:

ابتدائی تیرہ شعروں میں شاعر اپنی ایک فرضی محبوبہ کا ذکر کرتا ہے، جس کا نام اس نے

"سعاد" رکھا ہے، اس اشعار میں وہ کہتا ہے کہ سعاد کی آنکھیں سرگیں ہیں جو حیا وشرم سے نیچی رہتی ہیں، آواز مدھم اور شیریں ہے، جسم متناسب، ناک نقشہ موزوں، دانت ہمیشہ بھیگے بھیگے سے معلوم ہوتے ہیں جیسے اس نے ابھی جام پر جام پیے ہوں، حسن کا پیکر ہے، مگر وعدہ خلاف، بے مروت اور متلون مزاج ہے، اس پر مزید مصیبت یہ کہ وہ اتنی دور چلی گئی ہے کہ اس کے وصال کی تمنا بھی محال ہے، کیوں کہ جہاں وہ ہے، وہاں تک ایک تیز گام اچھی نسل کی اور مضبوط ہڈیوں اور چوڑے چکلے سینے والی اونٹنی ہی پہنچ سکتی ہے۔

چودھویں شعر سے چونتیسویں شعر تک اسی اونٹنی کے اوصاف کا بیان جاہلی کلام کے روایتی انداز پر ہے۔ ۳۵ ویں شعر میں شاعر کہتا ہے، یہ اونٹنی ایسی ہے جس کے گرد چغل خور بھاگ دوڑ رہے ہیں، وہ چغل خور جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے بدظن کردیا ہے اور کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے ہلاک کردیے جانے کی دھمکی دی ہے، بہر حال موت اگر آنا ہے تو آکر رہے گی، اس سے کون بچا ہے، وہ کون ہے جس کو کسی عورت نے جنم دیا ہو، پھر وہ نعش (مردہ اٹھانے کی چارپائی) پر نہ اٹھایا گیا ہو، ۳۸ ویں شعر تک یہی مضمون رہتا ہے۔

۳۹ ویں شعر سے ۵۰ ویں شعر تک معذرت کا مضمون ہے کہ رسول اللہ ﷺ حلم و عفو کے عادی ہیں، قسم اس ذات کی جس نے آپ کو قرآن کا عطیہ بخشا، وہ قرآن جس میں ہدایت اور احکام شریعت کی تفصیل ہے، میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے یہ سب لوگوں کا حسد ہے، جنھوں نے چغلی کھائی ہے۔

۵۱ واں شعر حضور اکرم ﷺ کی مدح کا ہے:

إِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ
وَصَارِمٌ مِنْ سُيُوْفِ الهِنْدِ مَسْلُوْل

اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بلا شبہ ایک نور ہیں، جن سے اجالا اس طرح آنکھوں کے سامنے پھیل جاتا ہے جس طرح نیام سے تلوار نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پیدا ہوجاتی ہے۔

اس شعر کا ترجمہ عام طور سے ان ہی الفاظ میں کیا جاتا ہے، لیکن شعر کا حقیقی مفہوم اس سے ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ کہنا کہ آپ ہندی بے نیام تلوار ہیں، یا ایک تیز تلوار ہیں، کوئی معنی نہیں رکھتا، اور نہ اس میں مدح کا پہلو واضح ہوتا ہے، شاعر حضور انورؐ کے چہرۂ مبارک کی نورانیت اور تابناکی کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ تلوار جب میان سے کھینچی جاتی ہے تو اس کی چمک آنکھوں کو ایسی لگتی ہے جیسے تاریکی میں بجلی کی چمک ہو۔ جاہلی عصر کے شعراء روشنی کی تشبیہ آفتاب یا بجلی کی چمک سے دیتے تھے۔

یہاں تلوار کی چمک سے چہرۂ انور کو تشبیہ دی گئی ہے، جس میں چاندی کی جیسی ایک روشنی ہوتی ہے، اس تشریح کے بعد شعر کا مفہوم یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایک نور ہیں جن سے اُجالا حاصل کیا جاتا ہے، اور وہ نور ایک مضبوط فولاد کی بے نیام تلوار کے مانند ہے۔

شاعر نے جب یہ شعر پڑھا، حضور ﷺ نے اپنا پیراہن مبارک اتار کر شاعر کو دے دیا، ۵۲ ویں شعر تک صحابہ کرام کی شجاعت، جوانمردی، حق پرستی اور صداقت کی تعریف کی ہے۔

یہ تو قصیدہ کی پیائش ہوئی، اب ادبی نقطۂ نظر سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ جاہلی ادب کی مکمل نمائندگی اس قصیدے میں موجود ہے، محبوبہ کا ذکر، اونٹنی کے اوصاف، حسن گریز، مقصد (معذرت پیش کرنا) اور مدح پر خاتمہ، الفاظ سہل کم، غریب زیادہ، مثلاً عذافرہ، تبغیل، لہق، فعم، مقید، علکوم، شملیل، زھالیل، برطیل، عساقیل، مشاکیل، قفعاء وغیرہ، باوجود اس کے قصیدہ میں ایک روانی اور سلاست ہے، خاص طور سے نعت کا جو شعر ہے، وہ ہندش اور سلاست دونوں سے ممتاز ہے۔

اس قصیدہ کا اصل موضوع تو طلب عفو اور معذرت پیش کرنا ہے، مدح کا مضمون ضمنی ہے اس لئے آپ دیکھیں گے کہ اس ۵۸ اشعار کے قصیدہ میں نعت کا شعر صرف ایک ہے، جس کو شاہ بیت کہہ لیجئے یا حاصل قصیدہ سمجھئے لیکن یہ ایک شعر جو نعت کا ہے اس کے طالع کی ارجمندی اور بخت کی یاوری پر ہزاروں دیوان اور بیاضیں قربان کہ اس شعر کو حضور اکرم ﷺ نے پسند فرمالیا اور اپنا پیراہن مبارک عطا فرما کر شاعر اور شعر دونوں کو عمر جاوید عطا فرمائی، آپ کعب کی ترجمانی اردو میں اس طرح کرسکتے ہیں:

نہ میں اچھا نہ میرے شعر اچھے بات اتنی ہے
جسے اچھا کہیں سرکار اچھا ہو ہی جاتا ہے
(جلیل مانک پوری)

اس قصیدہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اب تک اس کی بے شمار شرحیں مختلف زبانوں میں لکھی جاچکی ہیں۔ عربی کی ۲۲ شرحوں کے علاوہ فارسی اور اردو میں بھی بہت سی شرحیں اور ترجمے کئے گئے ہیں جن میں زیادہ مشہور شیخ احمد بن شمس الدین دولت آبادی کی عربی و فارسی شرح ہے، اس کے بعد حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ متوفی ۱۲۴۵ھ کی شرح فارسی اور عربی کے علاوہ منظوم اردو میں ہے مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کی شرح عربی و اردو میں ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوئی ہے۔

قصیدہ بانت سعاد کی مقبولیت کا راز، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، صرف اس بات میں ہے کہ یہ وہاں مقبول ہوگیا تھا، جہاں کی سند قبولیت کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

۱ یہ ایک کنواں تھا جو بصرہ سے مدینہ منورہ آنے والے کی راہ میں پڑتا تھا، اسی کنویں سے اس مقام کا نام پڑ گیا۔
۲ لغۃ الامائل ج ۱ ص ۴۵۶

کعبہ مقصود

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا وھدی للعلمین۔ یقیناً پہلا گھر جو انسانوں کی عبادت کے لئے مقرر کیا گیا وہ وہی ہے بکہ (مکہ) میں ہے برکت دیا گیا اور جہانوں کے لئے ہدایت۔

اللہ اکبر! یہ کون سا گھر سامنے ہے؟ نگاہیں کس گھر کی دیواروں کی بلائیں لے رہی ہیں؟ یہی تو وہ گھر ہے جس کی بابت کہا گیا ہے۔ "دنیا کے بتکدے میں پہلا وہ گھر خدا کا" روئے زمین پر سب سے پہلا عبادت خانہ! صدی دوصدی کی تعمیر نہیں دو ہزار چار ہزار برس کی عمارت نہیں، دنیا کا سب سے پہلا عبادت خانہ۔ کون تاریخ اس وقت کا پتہ بتا سکتی ہے؟ کس نسل انسانی کا حافظہ وہ زمانہ یاد رکھ سکتا ہے؟ جس گھر کی بنیادیں خود آدم نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہوں۔ بنی آدم میں کون اس وقت کی یاد اپنے حافظہ میں رکھ سکتا ہے؟

اللہ اللہ! اس طویل اور بے حساب مدت میں اس ناقابل پیائش عرصہ میں کتنے عبادت خانے بنے اور بگڑے کتنے مندر تعمیر ہوئے اور کھدے کتنے گرجے آباد ہوئے اور اجڑے کیسے کیسے انقلابات زمین نے دیکھے اور آسمان نے دکھلائے بلندیاں پست ہوئیں۔ اور پستیاں بلند ہوئیں، بابل مٹا، مصر مٹا، چین مٹا، ہندوستان مٹا، ایران مٹا، یونان مٹا، رومہ مٹا، خدا معلوم کتنے ابھرے اور ابھر کر مٹے۔ کتنے بڑھے اور بڑھ کر گھٹے پر ایک عرب کے ریگستان میں، خاک اور ریت کے سمندر میں چٹانوں اور پہاڑوں کے وسط میں وادیوں اور گھاٹیوں کے درمیان یہ سیاہ چوکور گھر جسے نہ کسی انجینئر نے بنایا نہ کسی مہندس نے۔ جوں کا توں کھڑا ہوا ہے، صدہا طوفان ہزارہا انقلابات بیشمار زلزلے آئے اور گزر گئے اور اس پاک اور پیارے گھر کو نہ کوئی ابرہہ مٹا سکا، نہ کوئی زار نکولس، اور نہ کوئی گلیڈاسٹن، جو اسے مٹانے کو اٹھا وہ خود مٹ گیا اور اللہ کے گھر میں اللہ کی عبادت آدم اور حوا نے کی تھی وہی آج آدم کے فرزند اور حوا کی بیٹیاں کررہی ہیں مبارکا، کی تفسیر میں بہت سے اقوال لائے گئے ہیں اس کھلی ہوئی برکت، اس مشاہدہ ومحسوس برکت کے بعد کسی اور تفسیر کی ضرورت باقی بھی رہتی ہے؟

ان اول بیت "سب سے پہلا عبادت خانہ" رومی مورخ پیروڈائس نے اعتراف کیا کہ اس سے قدیم کوئی معبد نہیں ملتا۔ ڈوزی نے بھی یہی کہا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانکا والوں نے بھی اس کی قدامت تسلیم کی میور تنقید کے لئے اٹھا لیکن رومی مورخ کی تائید کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکا مارگولیس اسلام کی عداوت کے نشہ میں سرشار لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ لیکن اس کی ہذیان سرائی خود اسی کے پیشہ والوں اور قبیلہ والوں سے داد نہ حاصل کرسکی اور حق کا کلمہ جہاں تھا وہیں قائم رہا مومنوں کے ایک سردار علی مرتضیٰ نے جو کچھ کہا تھا (عن علی قال کانت البیوت قبله ولکنه اول بیت وضع لعبادة الله) ابن ابی حاتم منکروں اور دشمنوں کو بھی وہی کہنا پڑا۔ اور پھر اس سردار کے سردار نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ بیت الحرام کی تعمیر بیت المقدس سے بھی قبل ہوئی۔ کون اس سے انکار کی مجال رکھتا ہے؟ 'اول بیت' بھی یہی ہے اور آخر بیت بھی یہی، سب سے پہلا عبادت خانہ بھی یہی اور سب سے آخری عبادت خانہ بھی یہی تعمیر اس وقت ہوا جب دنیا کی تعمیر ہوئی اور جس وقت یہ مٹے گا سارا کارخانہ حیات بھی مٹ کر رہے گا۔ قیاماً للناس کی اس سے زیادہ صاف واضح اور روشن تفسیر اور کیا ہوگی؟ گھر بھی آخر کس کا ہے؟ مکان کی نسبت بھی آخر کس مکین کی جانب ہے؟ اللہ کا گھر، بے جسم و بے نشان والے کا گھر، رب السموات والارض کا گھر، بیت اللہ، روئے زمین کے سارے طول وعرض میں کوئی اور گھر بھی، کہیں اور کبھی اس نام سے پکارا گیا؟

دیویوں کے مٹھ کتنے بنائے گئے دیوتاؤں کے مندر کتنے سجائے گئے، بتوں کی پوجا کے لئے کیسے کیسے کلس دار شوالے سنوارے گئے اور آج بیسویں صدی کے دور جاہلیت الاخریٰ میں آرٹ اور سائنس کی دیویوں اور تہذیب وتمدن کے دیوتاؤں کی پوجا کے لئے کالجوں اور یونیورسٹیوں اور آرٹ اکیڈمیوں کے نام سے کتنے بتکدے اور صنم خانوں کی اونچی اونچی تعمیریں کہاں اور کس حصہ زمین میں نہیں ہورہی ہیں؟ بیشمار بت ہیں اور بیشمار ہی بتکدے لیکن وہ جو ایک اکیلا ہے واحد اور احد ہے یکتا اور لاشریک لہ ہے۔۔۔۔۔ ذرا شان توحید کا پرتو دیکھنا۔۔۔۔ اس کا مکان بھی اس عالم آب وگل میں صرف ایک ہے تاریخ کے اوراق الٹ ڈالو جغرافیہ کی مدد سے اس وسیع وفراخ سطح زمین کا چپہ چپہ چھان ڈالو، بیت اللہ کے نام کی سرف یہی ایک عمارت ملے گی اور پھر گھر بھی کیسا؟ کس صفت کا گھر؟ ھدی للعالمین ساری دنیا کے لئے ہدایت رکھنے والا۔ ہر قوم ہر ملک ہر طبقہ ہر گروہ کو

درس ہدایت دینے والا۔ اس کے انوار اس کے برکات اس کے فیوض اور اس کی ہدایت کسی ایک زمانہ کے لئے کسی ایک ملک کے لئے مخصوص نہیں زمان کے قیود اور مکان کے حدود سے آزاد جب اور جہاں جس کا جی چاہے اس سے فیض حاصل کرے۔ دعویٰ کا ثبوت الگ رہا نفس دعویٰ بھی دنیا کے کسی دوسرے مکان نے پیش کیا ہے؟ کسی مکان سے اب تک یہ صدا بلند ہوئی ہے کہ میری تعلیمات ساری دنیا کے لئے ہیں؟ دنیا میں بڑے بڑے مقنن اور قانون ساز آئے، مصلح آئے کامل آئے، ولی آئے، نبی آئے، پیام لے کر آنے والے کسی نے بنی اسرائیل کے گلے کی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کو راہ دکھائی۔ کسی نے شام میں توحید کی منادی کی کسی نے مصر میں حق کی دعوت پہنچائی کسی نے ہندوستان میں وعظ کہے لیکن تفریق و تخصیص ہر قوم اور ہر ملک ہر تعلیم اور ہر زمانہ کے لئے پیام ہدایت نہ کسی مندر سے سنا گیا نہ کسی کانگرس کے اسٹیج سے نہ کسی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے نہ کسی پارلیمنٹ سے نہ کسی سینٹ ہال سے نہ کسی چیمبر آف ڈپوٹیز سے۔۔۔۔ ہاں کل کائنات کے لئے عالم و جاہل کے لئے مشرقی و مغربی کے لئے کالے گورے کے لئے یکساں پیام تسلی بجز اس گھر کے اور کہاں سے سنایا گیا؟ پیام سنانے والے نے پیام سنا دیا، مکین نے مکان کی طرف سے دعویٰ کا اعلان کر دیا۔ جن کی آنکھیں ہیں بحمد للہ وہ آج بھی دیکھ رہے ہیں اور جنہوں نے اپنی آنکھیں پھوڑ رکھی ہیں وہ کل دیکھیں گے کہ ہدایت و روحانیت، تصفیہ قلب و تزکیہ نفس باطن کی پاکیزگی اور ظاہر کی آراستگی کا سرچشمہ اسی مکان سے پھوٹ کر ابل رہا ہے اور قیامت شروع ہو جانے تک برابر ابلتا رہے گا۔

مکانات لکھو کھا کے خرچ سے دنیا میں کتنے بن چکے۔ بادشاہوں کے محل بھی اور وزیروں کی کوٹھیاں بھی۔ رئیسوں کی حویلیاں بھی اور نوابوں کے دیوان خانے بھی سب مٹ گئے، خاک سے بلند ہوئے تھے اور خاک میں مل گئے، ساسانیوں کی عشرت گاہیں اور رومیوں کے حمام کہیں باقی ہیں؟

پرتھوی راج کے محل اور تیمور کے قصر وایوان آج کیوں نظروں سے غائب ہو گئے؟ آپ کہیں گے کہ آخر آگرہ میں تاج محل اور فرانس میں آئیفل ٹاور تو بہر حال موجود ہیں لیکن اول تو دو چار صدی کی مدت بھی کوئی مدت ہے؟ اور پھر بڑی بات یہ کہ موجود محض اس حیثیت سے ہیں جیسے کہ لڑکوں کے کھلونے اور لڑکیوں کے گھروندے موجود رہتے ہیں بجز ایک سیر و تماشہ اور دل بہلاوے کے ان کی کوئی حیثیت ہے؟ تاج محل اور آئیفل ٹاور کی عزت واحترام تقدیس کسی کے دل میں ہے؟ ایک طرف وہ لاکھوں روپیہ کا اینٹ اور چونا کھائے ہوئے لق و دق کھنڈر ہیں اور دوسری طرف یہ ہر تکلف و تصنع سے معریٰ سادہ اور ستھرا اللہ کا گھر ہے **مثابة للناس وامنا**۔ بے انداز مدت سے قائم اور بے شمار عقیدتوں اور تعظیموں کا مرکز۔ لاکھوں ہر سال آتے ہیں چومتے ہیں اور آنکھوں سے لگاتے اور طواف کرتے اور سجدہ کرتے۔ روتے اور گڑگڑاتے جھکتے اور گرتے لاکھوں آتے ہیں اور ہر سال آتے رہتے ہیں۔

اللہ کے اس گھر کا معمار کون تھا؟ بادشاہوں کے محل تعمیر ہوتے ہیں تو بڑے بڑے کاریگر اور مہندس بلائے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ ہاؤس تیار ہونے لگتے ہیں تو نامور انجینئروں کی قسمت جاگ جاتی ہے پر اللہ کے گھر کی تیاری کے لئے اپنے سر پر بھاری بھاری پتھر کس نے لادے؟ اپنے ہاتھ چونے اور مٹی کے گارے میں کس نے سانے؟ عرب کی چلچلاتی ہوئی دوپہروں میں ریگستانوں کی لو کی لپیٹوں میں بغیر روپیہ اور پیسوں کی مزدوری کے لالچ کے کس مزدور نے اپنے گوشت و پوست کو جلایا تپایا جھلسایا؟ کون بندہ جواب دے بندوں کا خالق۔ اس گھر کا مالک خود اپنی زبان سے اپنے گھر کے مزدور اور اس مزدور کے نور نظر کا نام چاؤ اور پیار سے لیتا ہے۔

واذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت واسماعیل، اور جب ابراہیم اس گھر کی بنیاد اٹھا رہے تھے اور اسماعیل بھی۔

مزدور جب کام کرتے ہیں اکثر کچھ گنگناتے جاتے ہیں اللہ کے مزدور بھی جس وقت کام کر رہے تھے تو اپنی زبانوں پر مہریں نہیں لگائی تھیں جس کا گھر بنا رہے تھے اسی سے کچھ مانگتے بھی جاتے تھے ہاتھ اگر تعمیر بیت میں مشغول تھے تو دل یاد رب البیت میں، دل میں کسی کی یاد تھی تو زبان پر کسی کا نام! عاجزی تھی اور بندگی، مسکنت تھی اور تذلل پتھر پر پتھر جوڑے جاتے تھے اور دل کے سوز و گداز کے ساتھ چشم اشکبار کے ساتھ زبانیں اس ذکر میں مشغول تھیں۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم ۔اے ہمارے رب ہماری یہ خدمت قبول فرما تو تو سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے (تجھ پر تو ہماری زبان کا قال بھی روشن اور دل کا حال بھی عیاں ہے) العظمة للہ! اللہ پر قربان ہونے والوں اللہ کے خلیل کہلانے والوں کی یہ شان ہوتی ہے اپنے کو مٹا چکے ہیں مٹا رہے ہیں پھر بھی دھڑکا یہی لگا ہوا ہے کہ اپنے کو مٹانا بھی قبول ہوتا ہے یا نہیں!

آپ کہتے ہیں بیشک اس گھر کا سا کوئی دوسرا گھر دنیا میں نہیں لیکن خدارا یہ تو بتائیے کہ اس گھر کے سے مزدور بھی دنیا کے کسی

گھر کو ملے؟ قربان اس گھر کے مالک کے قربان اس گھر کے مزدور کے بیت المقدس کو سلیمان علیہ السلام نے بنوایا اور جنوں سے بنوایا لیکن اس مقدس گھر کو دیکھنا۔ اس کے مزدور سلیمان علیہ السلام کے بزرگوں کے کس مزدور نے وہ مزدوری مانگی جو بیت اللہ کے مزدوروں نے مانگی اور کس کو وہ مزدوری ملی جو بیت اللہ کے مزدوروں کے حصہ میں آئی؟ مزدوری کی طلب تنہا اپنے لیے نہ تھی ہمارے لیے تھی آپ کے لئے تھی ان سب کے لئے تھی جو آج اپنی کوئی نماز اللہ کے مقدس گھر کے اس مقدس مزدور پر درود بھیجے بغیر ختم نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے۔

ربنا واجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا أمة مسلمة لك وأرنا مناسكنا وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم ۔اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا فرنبردار بنا اور ہماری اولاد سے ایک امت اپنی فرماں بردار بنا اور ہمیں ہمارے حج کے اعمال بتا اور ہم پر رحمت سے توجہ فرما اور تو بیشک رحمت سے بڑا توجہ کرنے والا اور مہربان ہے۔

ابراہیمؑ کی دعا خالی نہیں جا سکتی تھی۔ گھر کے بنانے والوں کو تو جو کچھ مزدوری ملی اسے یا تو وہ خود جانیں یا مزدوری کا دینے والا لیکن اس گھر کی زیارت کرنے والوں کو اس گھر کا طواف کرنے والوں کو اس گھر کی طرف سفر کرنے والوں کو اس گھر سے تعلق رکھنے والوں کو اس گھر سے محبت و عظمت کو دل میں جگہ دینے والوں کو کیا کچھ نہیں مل سکتا؟ کیا کچھ نہیں مل جاتا؟ کیا کچھ نہیں ملا؟ جس گھر کے معمار مزدور ہوں اس گھر کی بے حساب تقدیس پر کسی کو حیرت ہونی چاہئے؟ یہ سب دیکھتے ہیں کہ گھر برکتوں اور عزتوں کا گھر ہے مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ گھر کے معمار اور مزدور کیسے برکت والے کیسی عزت والے کیسے تقوے اور تقدیس والے تھے روم کا عارف کہتا ہے:

کعبہ راکش ہر دمے عزت فزود
آن زا خلاصات ابراہیم بود
فضل آن مسجد زخاک وسنگ نیست
لبک درنباش حرص وجنگ نیست

اور بالکل سچ کہتا ہے کہ کعبہ کی عزتوں اور فضیلتوں میں تم ہر لحظہ جو ترقی و برتری دیکھتے ہو۔ یہ ابراہیمؑ کے اخلاص وصدق نیت کا ثمرہ ہے وہی پتھر اور وہی مٹی جس سے ہر مسجد اور ہر عمارت کی تعمیر ہوتی ہے اس مسجد میں بھی لگے ہوئے ہیں ان کے علاوہ اس میں کوئی نئی چیز نہیں نئی چیز جو ہے وہ یہی ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی انجینئر نہ تھا کوئی ماہر فن مہندس نہ تھا کوئی بادشاہ وزیر نہ تا وہ تھا جو اپنے نفس کو پاک کر چکا تھا اپنی خودی کو مٹا چکا تھا اپنے کو خدا سے ملا چکا تھا، روایات میں آتا ہے کہ آسمان پر جو فرشتوں کا قبلہ ہے بیت المعمور اور جس کے گرداگرد ہر وقت ستر ہزار ایسے فرشتے جو ایک دن کے بعد دوبارہ نہیں آتے بلکہ ان کے بجائے اسی تعداد میں نئے آجاتے ہیں طواف کرتے رہتے ہیں یہ زمینی خانہ کعبہ ٹھیک اسی کے محاذ میں اور بالکل اس کے نیچے ہے تجلیات رحمت و مرحمت کا کون اندازہ کر سکتا ہے جو ہر لحظہ اور ہر آن بیت المعمور سے خانہ کعبہ پر پڑتی رہتی ہونگی؟ یہ اللہ کے خلیل ہی کی آنکھ تھی جس نے ان تجلیات اور ان انوار کا مشاہدہ کیا اور ٹھیک اسی مقام پر آدم علیہ السلام کے بعد از سر نو اللہ کا گھر بنا اس بارش رحمت و کرم میں سب کو شریک کر دیا۔ اللهم صل وبارك على محمد وعلى آل محمد كما صليت وباركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد.

❀❀❀❀❀

ہیں، جن میں ہم بری طرح مبتلا ہیں، خیال کیجئے کہ اگر آج ہم ان اسماء حسنیٰ میں سے علیم، خبیر، بصیر، رقیب، حسیب جیسے ناموں کو ہر وقت اپنے ذہن میں تازہ رکھیں تو شاید ہم ان خیانتوں، بددیانتیوں، فریب کاریوں، رشوت ستانیوں، لوٹ مار اور چوری سے معاشرہ کو پاک کر سکیں جن کی وجہ سے آج ہماری زندگی ایک ناسور بن چکی ہے اور جن سے ہر شخص نالاں ہے۔

اسی طرح اگر ہم ان اسماء حسنیٰ میں سے السلام، المومن، الودود، الرؤف، العفو، الغفور وغیرہ اسماء کو اپنے دلوں میں جاگزیں کر لیں تو یقیناً ہم اس امن شکنی، نفرت وعداوت، قتل وغارت گری سے محفوظ رہ سکیں گے جس نے ہماری زندگی کو آج جہنم بنا رکھا ہے، کیوں کہ ان اسماء حسنیٰ کا پیغام ہے امن، سلامتی، محبت، عفو درگزر غرض یہ کہ ان اسماء حسنیٰ کا پرتو اگر ہم پر پڑ جائے تو ہم علامہ اقبال کے الفاظ میں "بندۂ مولا صفات" بن سکتے ہیں۔

مگر افسوس کہ بہت سے لوگوں نے ان اسمائے حسنیٰ کو صرف ایک وظیفہ بنا لیا ہے اور صرف دنیاوی مطالب کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ نام اتنے مرتبہ اور اس وقت پڑھا جائے تو یہ فائدہ ہوگا اور وہ نام اتنے بار پڑھا جائے تو اس سے فلاں کام بن جائے گا، کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں برکت وخیر ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو دنیاوی مقاصد کے لئے پڑھنے کی کوئی ہدایت نہیں دی گئی، اور نہ صحابہ کرامؓ سے اس سلسلہ میں کوئی بات اس تفصیل کے ساتھ ثابت ہے جو اوراد و وظائف کی کتابوں میں نظر آتی ہیں اس کے برخلاف قرآن کریم کا پیغام تو یہ ہے" وان ليس للانسان الا ما سعى وان سعيه سوف يرى" یعنی انسان کو وہی ملے گا جس کے اس نے کوشش کی ہے اور اس کی کوشش ہی کو پرکھا جائے گا۔

تحریک دینی تعلیمی کونسل۔ایک تعارف

''تکبیرِ مُسلسل'' کی روشنی میں

ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی

دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش گذشتہ چالیس برسوں سے تعلیم کے محاذ پر سرگرم ہے۔ اس کی سنجیدہ خاموش اور مثبت سرگرمیوں سے بھرپور خدمات کی ایک ناقابلِ فراموش تاریخ ہے۔

ملک کی آزادی کے فوراً بعد زبان اُردو اور عقائد اسلام کی حفاظت کے لئے اس طرح کی تنظیم کی ضرورت محسوس کی گئی۔ مشہور مجاہد آزادی اور قومی رہنما قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم کی بصیرت اور دور اندیشی سے ایک راہ نمودار ہوئی اور انھوں نے خود اپنے ضلع بستی میں قیام مکاتب کی تحریک کا آغاز کردیا۔

رفتہ رفتہ اس کا تعارف ہوا اور اس نظامِ تعلیم کی افادیت کی شہرت ہوئی تو مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے اس تحریک و تنظیم کو صوبائی سطح پر قائم کرنے اور اس کی اہمیت سے عام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی ضرورت پر زور دیا۔

قاضی صاحب کی دعوت پر ۳۰/۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء کو بستی میں ایک عظیم الشان دینی تعلیمی کانفرنس حضرت مولانا علی میاںؒ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں پورے ملک کے ممتاز علمائے کرام، مختلف الخیال جماعتوں کے ذمہ داران، عصری علوم کے ماہرین اور علم وادب کے دانشور شریک ہوئے۔

آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کا یہ سب سے اہم پہلا تعلیمی اجتماع تھا جس میں اس مسئلہ پر غور کیا گیا کہ مستقبل میں زبان و تہذیب اور دین وعقیدہ کی عظمتوں کو کس طرح باقی رکھا جاسکتا ہے۔

قاضی صاحب مرحوم نے داعی کی حیثیت سے پوری تحریک کا منصوبہ، طریقہ کار اور کامیاب تجربات کی روشنی میں آزاد، خود کفیل معیاری پرائمری مکاتب کے قیام کی تجویز پیش کی جو متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

اسی موقع پر دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کا قیام عمل میں آیا اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اس کے صدر اور قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم اس کے جنرل سکریٹری ہوئے۔

دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش نے پرائمری سطح پر ایک ایسے نظام تعلیم کی بنیاد رکھی جس کے ذریعہ مسلمانوں کی شرح خواندگی میں اضافہ ہوا، اُردو زبان کی تعلیم باقی رہ گئی اور مسلم نوجوان نسل کی ملی شناخت محفوظ رہ گئی۔ نصاب تعلیم ایسا بنایا گیا جس میں عقیدہ و مسلک کی حفاظت کے ساتھ حب الوطنی اور قومی یک جہتی کے عناصر کی بھرپور آبیاری کا اہتمام رکھا گیا۔ حکومت کے پرائمری نصاب تعلیم کے مطابق تمام مضامین شامل کئے گئے ہیں جو اُردو میڈیم سے پڑھائے جاتے ہیں۔ ہندی کو درجہ اول سے اور انگریزی کو درجہ سوم سے داخل نصاب کیا گیا ہے۔ قرآن پاک اور دینیات کی تعلیم لازمی ہے۔ درجہ پنجم کے بعد طالب علم آزاد ہوتا ہے کہ وہ آئندہ بھی دینی تعلیم حاصل کرے یا عصری علوم کی تکمیل کرے۔

مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۳۱/دسمبر ۱۹۵۹ء سے ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء تک پورے چالیس برس دینی تعلیمی کونسل کے متفقہ صدر رہے۔ اس طویل مدت میں حضرت مولاناؒ پوری ریاست اتر پردیش اور بعض وقت دوسری ریاستوں کے اہم مقامات پر کونسل کے اجتماعات میں دینی تعلیم کی اہمیت عصری علوم کی افادیت، اسلامی فکر و فلسفہ کی عظمت اور ملی تشخص کی برکت و رفعت کے موضوعات پر خطاب فرماتے رہے، مسلمانوں کو اُن کی دینی اور ملی ذمہ داریوں کے لئے اور حکومتوں کو ان کی دستوری اور جمہوری اقدار کی حفاظت کے لئے اور دونوں کو اس ملک کا نام روشن رکھنے کے لئے حضرت مولاناؒ ایک مردِ مومن اور محبِ وطن کی حیثیت سے پکارتے رہے۔

گذشتہ چالیس برس حضرت مولانا علی میاںؒ کی یہی ''تکبیرِ مسلسل'' گونجتی رہی ہے۔ اس خادم نے اُن کی تمام تقریروں اور تحریروں کو تاریخی اعتبار سے مرتب کرنے اور اسی نام سے شائع کرنے کا فریضہ انجام دیا ہے۔

اس میں دینی تعلیمی کونسل کی تاریخ ساز تحریک کا تعارف بھی ہے۔ گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں کی علمی اور تعلیمی خدمات کا جائزہ بھی ہے، آزاد ہندوستان میں سرکاری نصاب و نظام تعلیم کی خامیوں پر جرأت مندانہ اظہار خیال بھی ہے، حضرت مولاناؒ کی مومنانہ اور مجاہدانہ شان بھی ہے، اور ایک سچے مخلص اور درد مند محبِ وطن کی دلسوزی اور فکرمندی بھی ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور قاضی محمد عدیل عباسیؒ کے ساتھ بے شمار بزرگانِ ملت کے اقتباسات کو شامل کرکے اس مجموعہ کو بہت دلکش بنادیا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب (جنرل سکریٹری) کی مختصر لیکن جامع تحریر میں دعوتِ فکر نمایاں ہے۔

اس خادم وراقم تحریر کا مضمون ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے، جس میں گذشتہ پچاس برسوں کی تاریخ کا (باقی صفحہ ۲۰ پر)

اسوۂ ابراہیمی اور شیوۂ آزری

مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی

ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام دنیا میں اس وقت آئے جب معصیت کا بازار ہر طرف گرم تھا، گھر سے لے کر باہر تک ساری دنیا بس ایک کام میں مشغول تھی اور وہ تھا بت سازی اور بت پرستی کا کاروبار۔ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر بت پرست ہونے کے ساتھ ہی ایک بڑے ماہر بت تراش اور اپنے زمانے کے فن کار بھی تھے، پورا ماحول اسی بت سازی اور بت پرستی کی لعنت میں گرفتار تھا۔ انسان کی معراج ہی یہ تھی کہ کم از کم اگر وہ بت ساز نہیں ہے تو بت پرست ضرور ہو۔ اس وبا نے تمام انسانوں کو بری طرح گھیر رکھا تھا اور ہر شخص اپنے حقیقی ماحول سے دور بہت دور ایک ایسی خار دار وادی میں بھٹک رہا تھا جہاں بجز معدہ و مادہ کے کسی اور بات کا گذر نہ تھا اور لوگ اس کے علاوہ کسی اور چیز سے آشنا بھی نہیں تھے۔

حرص وہوس سے جکڑے ہوئے اسی ماحول میں ابراہیم علیہ السلام نے آنکھ کھولی، انھوں نے اپنی حقیقت آشنا نگاہوں سے اس گھٹتے ہوئے انسان کو دیکھا جو اپنی ساری صلاحیتوں کو پتھر اور لکڑی کے ٹکڑوں پر صرف کررہا تھا، انھوں نے ایک بے جان اور بے حس وحرکت بت کے سامنے لوگوں کو اپنی پیشانیاں ٹکاتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے اس محدود اور مقید ذہن کو دیکھا جو ایک تنگ دائرے کے ارد گرد گھوم رہا تھا اور جس کا طمحِ نظر صرف معدہ تھا اور مادہ کی ایک گھناؤنی شکل جس کا مرکز توجہ والتفات تھی۔

یہ ساری باتیں انسان کے فطری وظیفہ کے بالکل خلاف تھیں اور دوسرے الفاظ میں انسانی فطرت سے جنگ کے مرادف تھیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی فطری قوت سے ان تمام مادی طاقتوں کو چیلنج کیا۔ انھوں نے بت پرستی اور بت سازی کی مخالفت کی۔ انھوں نے حرص وہوس کی اندھی تقلید پر احتجاج کیا اور انھوں نے اس غیر حقیقی ماحول کے خلاف اعلان جنگ کیا اور اپنے باپ آزر کو اس بے راہ روی سے باز رہنے کی فہمائش کی اور قرآن مجید کی زبان میں ابراہیم علیہ السلام نے صاف صاف کہا:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا، يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا، يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا، يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا۔ (مریم:۴۲-۴۵)

(ترجمہ) ''جبکہ انھوں نے اپنے باپ سے جو کہ مشرک تھا کہا کہ اے میرے باپ! تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے۔ اے میرے باپ! میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا، تو تم میرے کہنے پر چلو تم کو سیدھا راستہ بتلاؤں گا۔ اے میرے باپ! تم شیطان کی پرستش مت کرو، بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمانی کرنے والا ہے، اے میرے باپ! میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے پھر تم (عذاب) میں شیطان کے ساتھی ہوجاؤ۔''

ابراہیم علیہ السلام کی یہ صاف گوئی اور ان کا اعلان حق آزر کی بت ساز طبیعت کو چیلنج نہ کرسکا اور وہ اس غیر حقیقی ماحول کو چھوڑ کر اپنے بیٹے کی بات سننے اور ماننے پر کسی طرح تیار نہ ہوا اور اس نے صاف صاف کہہ دیا:

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا۔ (مریم:۴۶)

(ترجمہ) ''باپ نے جواب دیا کہ تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو۔ اے ابراہیم اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو پتھروں سے سنگسار کردوں گا اور ہمیشہ ہمیش کے لئے مجھ سے برکنار رہو۔''

لیکن ابراہیم علیہ السلام ہر طرح کی دھمکی اور خطرے سے بے پروا اپنے کام میں مشغول رہے اور فطرت کے اصول کے سامنے انھوں نے کسی ایسے تصور کو ماننے یا اس کے قبول کرنے سے قطعاً انکار کردیا جو انسان کو انسان ہی کے آگے نہیں بلکہ پتھروں اور بے حس وحرکت مجسموں کے سامنے جبین نیاز جھکانے پر آمادہ کرے، وہ اس مصنوعی اور بے جان ماحول میں ایک اجنبی تھے لیکن ان کے ایمان کی طاقت نے اپنے زمانے کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر لی اور پوری آبادی کے خلاف ان کی آواز اس وقت اٹھی جبکہ ہر طرف سے خطرات ان کو گھیرے ہوئے تھے، اپنے اور پرائے ان کے دشمن ہوچکے تھے۔

ابراہیم علیہ السلام نے ہر خطرہ کو دعوت دی اور ہر مخالفت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں میں اپنی جان عزیز

کوفنا کردینے میں انھوں نے ذرا بھی تامل نہیں کیا جس کا انجام یہ ہوا کہ مخالفین پسپا ہوگئے، دشمن شکست کھاگئے اور آگ کے دہکتے ہوئے شعلے گل وگلزار بن کر رہے، یہ ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کی وہ لازوال اور غیر فانی طاقت تھی جس کے سامنے دنیا کی ہر بڑی طاقت شکست خوردہ تھی اور جس نے اپنے زمانے کے جابر اور صاحب سطوت بادشاہ کے سامنے اس شان بے نیازی کا مظاہرہ کیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں مفقود ہے۔

اس آزری ماحول کو جنم دینے اور اس غیر حقیقی معاشرہ کو برپا کرنے میں جس چیز کو سب سے زیادہ دخل تھا وہ اسباب ووسائل کے پیدا کرنے والے سے قطع نظر کرکے اسباب ووسائل پر مکمل اعتماد تھا، اسباب ہی معبود وکارساز سمجھے جانے لگے تھے اور وسائل ہی پر زندگی کی ساری عمارت قائم تھی، اللہ تعالیٰ نے اس دور کے انسانوں کو متنبہ کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے اسباب وعلل کی بے بسی کا راز افشا کرنا چاہا اور یہ بتایا کہ وسائل کے بغیر بھی انسان کس طرح بلند سے بلند مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے اور وہ کس طرح بڑے سے بڑے خطرے کا مقابلہ کرسکتا ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی اور زندگی کے ہر ہر گوشے میں یہ پہلو اس قدر نمایاں ہے کہ ہر موقع پر اس کا اظہار ہوتا ہے، خواہ وہ آتش نمرود ہو یا وادیٔ غیر ذی زرع کے تپتے ہوئے ریگستان ہو، بے یار ومددگار بیوی کی بے تابی اور شدت انتظار ہو یا شیر خوار بچے کی پیاس کی شدت ہو، ظالم وجابر بادشاہوں کی نظر حرص ہو یا پوری قوم اور برادری کی شدت عداوت ہو، آپ جدھر بھی نظر ڈالئے وسائل واسباب کا فقدان اور بے یاری وبے بسی، عجز وتہی دستی ہر جگہ نمایاں اور صاف نظر آئے گی، لیکن اس کے باوجود ہر موڑ پر کامیابی اور سخت سے سخت آزمائش میں ایک غیبی مدد اس طرح ساتھ ساتھ دکھائی دے گی کہ اسباب ووسائل کی اس دنیا میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام صرف ایک ماحول یا ایک قوم اور معاشرہ کے باغی نہیں تھے بلکہ وہ اس زمانے کے باغی تھے جو اپنا حقیقی راستہ بدل کر وسائل کی راہ پر گامزن تھا اور اسی کو اپنی معراج اور حقیقی کامیابی کا راستہ سمجھ رہا تھا، انھوں نے آکر اعلان کیا کہ اے اہل زمانہ تم نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ تمہاری خودی اور تمہارے مرتبہ کے کسی طرح شایان شان نہیں ہے، تم اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے بت سازی وبت پرستی میں مشغول ہو، تم انسان ہوکر ان مجسموں کے سامنے جھکتے ہو جو تم کو بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں بلکہ وہ ہر وقت تمہارے ہی محتاج رہتے ہیں، ان پر ایک مکھی بیٹھ جائے تو اس کو اڑانے کی بھی طاقت جس معبود کے اندر نہ ہو وہ بلاشبہ باطل وناحق ہے اور اس سے لو لگانا، اس کے سامنے جبین نیاز جھکانا تمہاری سخت توہین ہے اور تمہارے منصب پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہزاروں سال پہلے جن خود ساختہ معبودوں اور خانہ ساز اصولوں کو توڑا تھا آج دنیا پھر انھیں معبودوں اور انھیں اصولوں کی پیروی کررہی ہے، تاریخ نے گویا اپنے آپ کو دہرایا اور آزر کی صنعت کو آج پھر فروغ حاصل ہوا ہے۔ وسائل واسباب کے سامنے آج عجز وعبادت کا سر خم ہورہا ہے، کارساز حقیقی سے بے تعلق اور فنا ہوجانے والے اسباب پر کامل توکل وبھروسہ، آج کی دنیا کا اصول بن چکا ہے۔

یہ آزری فتنہ جب بھی دنیا میں فروغ پائے گا اور وہ محدود وتنگ ماحول جہاں بھی قائم ہوگا وہی لعنتیں اس کے ساتھ آئیں گی، معیار بدل جائے گا، ذہنی توازن متغیر ہوجائے گا، گناہوں، لذتوں اور شہوات نفس کو اخلاقی قدروں کا درجہ دے دیا جائے گا۔ ہر بے اصولی اور فطرت سے بغاوت کو فن اور خدمت کا لباس پہنا دیا جائے گا اور انسان نہ صرف انسان کے آگے جھکنے لگے گا، بلکہ وہ گناہوں کی عبادت، نفس کی پرستش، رذالت وکمینگی کو فروغ دینے کے لئے اپنے سارے امکانات کو صرف کرنے کی پیہم کوشش میں لگ جائے گا اور انسانیت دم توڑتی ہوئی نظر آئے گی۔

فتنۂ آزری آج سے ہزارہا سال پہلے پیدا ہوا تھا لیکن آج پھر وہ تازہ دم ہے اور ساری دنیا کو اپنے تیز روسیلاب کی زد میں لے چکا ہے۔ اگر پہلے ایک آزر تھا تو آج ہزاروں لاکھوں آزر پیدا ہوچکے ہیں، اگر اُس آزر نے سنگ سار کرنے کی دھمکی دی تھی تو آج کے آزر لاکھوں ابراہیموں کو گولی کا نشانہ بنا چکے ہیں اور دار کے تختوں پر لٹکا چکے ہیں۔ اس آزر کا طوفان اتنا بلا خیز نہیں تھا جتنا اس کے متبعین اور آج کے آزروں کا ہے۔

پورے ہجری سال میں سب سے زیادہ ابراہیمی یادگاروں کا جو زمانہ ہے وہ یہی ذی الحجہ کا مہینہ ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام کی متعدد یادگاروں اور مختلف آزمائشوں کو ہم یاد کرتے ہیں اور اس کی اتباع میں ہم بھی خدا کے حضور اپنی معمولی قربانی پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں، بلاشبہ ہماری قربانیاں، صفا ومروہ کے درمیان ہماری سعی اور اس گھر کا طواف جس کو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا یہ سب کچھ بہت ضروری اور ان کو انجام دینے والا خوش قسمت اور باعث صد مبارکباد ہے اور ان سے انکار کرنے والا قابل عتاب وملامت بلکہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

لیکن اس اعتراف کے باوجود یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ محض رسمی طور پر ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرلینا اور ان کی یادگار میں شریک ہولینا اور سال میں عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر ایک جانور کی قربانی دے دینا کافی نہیں، اور نہ اس سے اس طوفان کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے جس کا مقابلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانے میں کیا۔

اس وقت دنیا مادیت کے سامنے اس طرح سربسجود اور اسباب ووسائل کی پرستش میں اسی طرح مشغول ومنہمک ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھی، بلکہ آج اس مادیت کا دھارا پہلے سے زیادہ تیز ہے، پہلے مٹی اور پتھر کے بت پوجے جاتے تھے لیکن آج سونے چاندی کے بت اور تہذیب وتمدن کے بت اور قومیت ووطنیت کے مجسموں کی پرستش میں دنیا پوری طرح ڈوبی ہوئی ہے اور مختلف ناموں سے نفس کی پرستش میں لوگ مصروف ہیں، کبھی فن اور آرٹ کے نام سے نفس کی پوجا ہورہی ہے تو کبھی خدمت اور ترقی کے نام سے بت پوجے جارہے ہیں اور کہیں علم وادب کا سائن بورڈ لگا کر مادیت کے سیلاب کو آگے بڑھایا جارہا ہے۔

آج اس بت شکن اور بہادر مرد مومن جری اور مخلص ابراہیم کی ضرورت ہے جس نے اپنے نفس ایمانی سے آزر کے جادو کو توڑا اور اپنے اخلاص وعمل کے جذبہ سے آزر کے بت کدہ کو ٹھنڈا کیا۔ اس بت کدہ میں آج پھر بہت سے بت جمع ہوگئے ہیں اور ان کو توڑنے کے لئے ایک ابراہیم کی ضرورت ہے، لیکن بجز ابراہیم علیہ السلام کے پیروؤں کے اور کون ہوسکتا ہے جو اس مہم کو انجام دے اور ابراہیمی سنت کو پھر سے زندہ کرکے انسانیت کا خراج حاصل کرے۔

دینی مدارس واسکولوں کی اہم ضرورت کی تکمیل

(از: محمد الیاس ندوی بھٹکلی، استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک)

اسلامی جغرافیہ

جغرافیہ وسائنس کا سرکاری نصاب اس کے مرتب کرنے والوں کے مخصوص فکری وثقافتی مزاج کی وجہ سے مسلم طلباء کے لئے نہ صرف ناکافی بلکہ نقصان دہ ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ دینی مدارس ومسلم اسکولوں کے طلباء کے لئے ایک ایسا جامع نصاب مرتب کیا جائے جس میں بین الاقوامی جغرافیائی معلومات اسلامی نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے فراہم کی گئی ہو،

"بین الاقوامی واسلامی جغرافیہ" اسی سلسلہ کی ایک اہم کوشش ہے، بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ یہ کتاب ظاہری وباطنی دونوں حیثیتوں سے خوب ہے اور اس قابل ہے کہ مدارس واسکولوں میں پڑھائی جائے۔ اس وقت یہ کتاب خود دارالعلوم ندوۃ العلماء اور اس کے ملحقہ اداروں کے درجہ عالیہ اولی یعنی پنجم عربی کے علاوہ ملک کے مختلف مدارس واسکولوں میں بھی داخل نصاب ہے، ہندوپاک سے پانچواں ایڈیشن جدید اضافوں کے ساتھ شائع ہوچکا ہے۔

ہندوستان اور مسلمان

یہ کتاب ملک کی تاریخ، جغرافیہ اور شہریت پر مشتمل ہے اور خصوصی طور پر مسلم طلباء کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے، اس کے مقدمہ میں قاضی اطہر صاحب مبارکپوریؒ لکھتے ہیں کہ یہ کتاب ہندوستان کے بارے میں مسلمانوں کے حوالہ سے ہر قسم کی معلومات کا انسائیکلو پیڈیا ہے، ملک کے مختلف مدارس میں یہ کتاب بھی داخل نصاب ہے، تیسرا ایڈیشن نئی معلومات اور اضافوں کے ساتھ۔

مسلم دنیا (ماضی اور حال)

عالم اسلام کے حالات اور معلومات پر مشتمل اس کتاب میں ماضی وحال کی روشنی میں مسلم دنیا کی تاریخی، تعلیمی، سماجی، اور اقتصادی حالت کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کے گرانقدر مقدمہ کے ساتھ تیسرا ایڈیشن

ہندوستان میں ناشر: مکتبہ الحسنات، ۲۲۴۱، کوچہ چیلان، دریا گنج نئی دہلی

پاکستان میں ناشر: مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی۔

ملنے کا پتہ: دارالعلم، ۳۱/محمد علی روڈ، بھٹکل (کرناٹک)

بصائر وعبر

اسلامی تاریخ کے تابندہ نقوش

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی ابوظہی

ایک مسلم گورنر کا معیارِ زندگی

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ شام کے گورنر تھے۔ اسی زمانے میں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ معمول کے دورے پر شام تشریف لائے، ایک دن حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا ''مجھے اپنے گھر لے چلئے۔''

''آپ میرے گھر جا کر کیا کریں گے؟'' حضرت ابوعبیدہؓ نے جواب دیا ''وہاں آپ کو شاید میری حالت پر آنکھیں نچوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو؟''

لیکن جب حضرت عمرؓ نے اصرار فرمایا تو وہ ان کو اپنے گھر لے گئے حضرت عمرؓ گھر میں داخل ہوئے چاروں طرف نظریں گھمائیں وہاں کوئی سامان ہی نظر نہ آیا پورا گھر ہر قسم کے سامان سے خالی تھا ''آپ کا سامان کہاں ہے''؟ حضرت عمرؓ نے فرط حیرانی سے سوال کیا ''یہاں تو بس ایک نمدہ، ایک پیالہ اور ایک مشکیزہ نظر آرہا ہے، آپ تو امیر شام ہیں۔''

''اچھا آپ کے پاس کھانے کی بھی کوئی چیز ہے؟'' حضرت عمرؓ نے قدرے توقف کے بعد پھر پوچھا۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہؓ ایک طاق کی طرف بڑھے اور وہاں سے روٹی کے کچھ ٹکڑے اٹھا لائے حضرت عمرؓ نے دیکھا تو رو پڑے۔

''امیر المومنین! میں نے تو پہلے ہی آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ میری حالت پر آنکھیں نچوڑیں گے'' حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا۔

''بات دراصل یہ ہے کہ انسان کے لئے اتنا اثاثہ کافی ہے جو اسے اپنی دائمی خوابگاہ (قبر) تک پہونچا دے''

حضرت عمرؓ نے فرمایا ''ابوعبیدہؓ! دنیا نے ہم سب کو بدل دیا مگر تمہیں نہیں بدل سکی۔'' (سیر اعلام النبلاء ج۔۱، ص۔۱۷)

اللہ کا خوف مخلوق کا ڈر دل سے نکال دیتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ تیار ہو کر سفر کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ چلتے چلتے ایک جگہ دیکھا کہ بہت سارے لوگوں کی بھیڑ سر راہ کھڑی ہوئی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بھی وہاں پہونچ کر رک گئے۔ لوگوں کے خوف زدہ اور سراسیمہ چہروں پر ایک نظر ڈالی اور دریافت فرمایا۔

''کیا بات ہے؟ یہ سب لوگ یہاں بیچ راستے میں کیوں کھڑے ہیں؟''

''حضرت! آگے بیچ راستے پر ایک شیر کھڑا ہے'' کسی نے جواب دیا'' یہ سب لوگ اس کے خوف سے آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔''

حضرت ابن عمرؓ یہ سن کر اپنی سواری سے اتر گئے اور پیدل چل کر اس جگہ تک پہونچے دیکھا تو واقعی وہاں شیر موجود ہے۔ وہ بلا خوف و تردد آگے بڑھے شیر کا کان پکڑا اور اس کی گدی پر ہاتھ مارا بس اتنا ہی کافی تھا شیر نے راستہ چھوڑ کر جنگل کی راہ پکڑی۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:

''اللہ کے رسولؐ نے تیرے متعلق بالکل سچ فرمایا تھا کہ یہ انسان پر اس وقت مسلط کیا جاتا ہے جب وہ اس سے ڈرتا ہے، اگر آدمی صرف اللہ سے ڈرے تو اللہ کا غیر اس پر مسلط نہیں کیا جاتا، آدمی کو اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس سے وہ امیدیں وابستہ کرتا ہے، اگر آدمی صرف اللہ سے امیدیں لگائے تو اللہ اس کو کبھی اپنے غیر کے سپرد نہ کرے۔''

(اسد الغابہ ج۔۳، ص۲۲۹)

اللہ اپنی مخلوق کو رزق کیسے دیتے ہیں:

علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں آیت "وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا" کے ذیل میں ایک بہت سبق آموز واقعہ بیان کیا ہے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ خیال آیا کہ اللہ ساری دنیا کو رزق کس طرح دیتا ہے۔ یہ شک وشبہ نہیں تھا، انبیاء کا ایمان کامل ہوتا ہے بس مجرد ایک خیال تھا اس حقیقت کو جاننے کیلئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم فرمایا کہ اس چٹان پر لاٹھی مارو، حضرت موسیٰ نے جب ایک بار چٹان پر ڈنڈا مارا تو ایک تہہ اڑ گئی، دوسری بار مارا تو چٹان کی دوسری تہہ اڑ گئی، تیسری بار حضرت موسیٰ کے ڈنڈے کی ضرب سے جب چٹان اڑی تو دیکھا کہ اس کے اندر ایک کیڑا ہرا پتہ کھا رہا ہے، حالانکہ تین چٹانوں کے اندر کہیں کوئی

سوراخ بھی نہیں تھا، دراصل اللہ جل شانہ کو دکھانا مقصود تھا کہ ہم رزق اس طرح پہنچاتے ہیں، علامہ آلوسیؒ نے مزید لکھا ہے کہ چٹان کی تیسری تہہ میں چھپا ہوا کیڑا نہ صرف ہرا پتہ کھا رہا تھا بلکہ وہ یہ وظیفہ بھی پڑھ رہا تھا۔

سبحان من یرانی (پاک ہے وہ اللہ جو مجھے دیکھ رہا ہے) ویسمع کلامی (اور جو میری بات کو سنتا ہے) ویعرف مکانی (اور جو میرے رہنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے) ویذکرنی ولا ینسانی (اور جو مجھ کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور کبھی مجھ کو نہیں بھولتا) (تفسیر روح المعانی ج۱۲، ص۲)

اسی طرح کا ایک بصیرت افروز واقعہ راقم کے مخدوم استاذ و مربی مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہٗ نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے ملفوظات ''صحبتے با اولیاء'' میں بھی نقل کیا ہے حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ ڈاکوؤں کی ایک جماعت کہیں جارہی تھی، راستہ میں انہوں نے دیکھا کہ دو درخت ہیں ایک انگور کا سرسبز درخت ہے اور دوسرا کیکر کا خشک ایک بلبل بار بار انگور کے درخت سے اس کا دانہ چونچ میں لے کر کیکر کے درخت پر جارہا ہے ڈاکوؤں کے سردار کو اس پر بڑا تعجب ہوا، جب غور کیا تو دیکھا کہ کیکر کے خشک درخت پر ایک اندھا سانپ منہ کھولے ہوئے ہے، وہ بلبل دانہ لا کر اس کے منہ میں ڈال دیتا ہے، اس نے اپنے دل میں غور کیا کہ جب ایک اندھے سانپ کی روزی کا اللہ جل شانہ نے یہ انتظام فرما رکھا ہے تو کیا وہ ہمارے لئے نہ کرے گا۔

چنانچہ یہ واقعہ اس کی ہدایت کا بہانہ بن گیا اس سردار نے اور اس کے ساتھیوں نے توبہ کی اور لوگوں کے سامان کپڑے وغیرہ سب واپس کر دیئے، یا مالک کے نہ ملنے پر خیرات کر دیئے۔ (صحبتے با اولیاء ص۲۵۹)

آخر گورنر کس بات کیلئے ہوں!

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر ہیں، رعایا کی دیکھ بھال کیلئے بازاروں میں گشت کر رہے ہیں۔ لیکن بدن مبارک پر ایسی پوشاک ہے جس سے کسی مزدور پیشہ آدمی ہونے کا شبہ ہوتا ہے، چونکہ مدائن میں اس وقت ایک بڑا میلہ لگنے جارہا ہے، اس لئے تاجروں کے قافلے ساز وسامان کیلئے چلے آرہے ہیں۔

ابھی ابھی ایک قافلہ رکا ہے، ان تاجروں کو سامان اٹھانے کیلئے کسی مزدور کی تلاش ہے، سامنے ہی حضرت سلمان فارسیؓ نظر آجاتے ہیں تو یہ تاجران کو آواز دے کر سامان اٹھواتے ہیں.....،

راستہ میں لوگوں کی نظر جب سلمانؓ پر پڑتی ہے تو وہ لوگ ان تاجروں سے کہتے ہیں کہ تم لوگوں نے یہ کیا غضب کیا یہ تو مدائن کے گورنر حضرت سلمان فارسیؓ ہیں یہ سنتے ہی تاجروں کے حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور وہ حضرت سلمانؓ سے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں:

''اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کا سامان منزل تک پہونچا دوں۔ آخر گورنر کس بات کے لئے ہوں۔''

(کچھ دیر اہل حق کے ساتھ ص۶۲)

والدین کو ایذا پہنچانے کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے:

مشکوۃ شریف میں مروی ایک حدیث کا ترجمہ ہے:

''اللہ جل شانہ اپنی منشا سے تمام گناہوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں، مگر والدین کی نافرمانی اور ایذا رسانی کرنے والے کو مرنے سے پہلے اسی زندگی میں اس کے عمل کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔''

اس حدیث کی شرح میں محدثین فرماتے ہیں کہ اور گناہوں کی سزا مرنے کے بعد آخرت میں ملے گی۔ لیکن ماں باپ کا دل دکھانے والوں کو اسی دنیا میں سزا مل جاتی ہے، اور اس وقت تک موت نہیں آسکتی جب تک اس کا بدلہ نہ مل جائے۔

حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری علیہ الرحمہ اپنے ملفوظات میں مذکورہ حدیث ذکر کر کے ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کے گلے میں رسی باندھی اور اس کو گھسیٹتا ہوا بسواڑی (بانس کے درختوں) تک لے گیا، جو سامنے دس بیس گز کے فاصلے پر تھی، وہاں پہونچ کر باپ نے بیٹے سے کہا کہ بیٹا! اب اس کے آگے مت کھینچنا ورنہ تو ظالم ہو جائے گا۔

بیٹا تعجب سے بولا: میں نے یہ جو بیس گز تک رسی باندھ کر آپ کو کھینچا ہے تو کیا ابھی تک میں ظالم نہیں ہوں۔

باپ نے کہا: ہاں تو ابھی تک ظالم نہیں ہوا کیوں کہ میں نے ابھی اپنے بابا کو یعنی تیرے دادا کو اسی طرح یہاں تک کھینچا تھا، لہٰذا ابھی تک مجھے اپنے عمل کا بدلہ ملا، اب اس جگہ سے اگر تو آگے بڑھے گا تو ظالم ہو جائے گا۔ (مواعظ درد محبت حکیم اختر صاحب ص۲۴۵)

غایت احتیاط وتقویٰ کی
چند روشن مثالیں :

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ ہوئے تو ان کی تجارت بند ہوگئی اور بیت المال سے ان کے لئے ڈھائی ہزار درہم سالانہ مقرر کئے گئے اسی پر آپ کا گزارہ تھا۔ ایک دن اہلیہ نے کہا کہ شیرنی کھانے کو جی چاہتا ہے، فرمایا کہ بیت المال سے ملنے والے وظیفہ میں سے تھوڑا تھوڑا بچاؤ، کسی دن میٹھی چیز پکا لینا، چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور چند روز بعد کوئی میٹھی چیز پکا کر سامنے رکھ دی، حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کہ ''روزانہ تم کتنا بچاتی رہی ہو'' اس پر بیوی نے کوئی خاص مقدار بیان کی، تو انہوں نے بیت المال کو لکھ بھیجا کہ ''میرے وظیفہ سے اتنی مقدار کم کردی جائے، کیوں کہ بغیر میٹھا کھائے بھی زندگی بسر ہوسکتی ہے۔''
(کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۲)

(۲) حضرت عمرؓ اپنے زمانۂ خلافت میں ایک بار رات کو بیت المال میں بیٹھے ہوئے تھے کسی ضرورت سے حضرت علیؓ بھی وہاں تشریف لے آئے، اور عرض کیا کہ مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے، حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ اپنے کسی نجی اور ذاتی معاملے میں گفتگو کرنی ہے یا خلافت کے کسی معاملہ میں کچھ کہنا ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ مجھے اپنے ایک ذاتی معاملہ میں بات کرنی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا ''تو چلو کسی اور جگہ چل کر بات کریں کیونکہ بیت المال کی روشنی میں بیٹھ کر ذاتی گفتگو کرنا درست نہیں ہے''
(کنز العمال ج ۶ ص ۳۵۷)

(۳) ایک مرتبہ زمانۂ خلافت میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں بحرین سے کچھ مشک آگیا آپؓ نے فرمایا کہ کوئی عورت اسے تول دیتی تو میں اسے تقسیم کردیتا، آپ کی اہلیہ حضرت عاتکہؓ نے عرض کیا کہ میں تول دوں گی، آپؓ نے فرمایا کہ ''تم سے نہیں تلواتا، کیونکہ مشک تولتے وقت ظاہر ہے کہ تمہارے ہاتھ میں لگے گا، لہٰذا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے حصہ میں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مشک آجائے گا۔'' رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ (کنز العمال ۳۵۸/۶)

The Fragrance of East
فریگرینس آف ایسٹ
کا اگلا شمارہ (جنوری تا مارچ) مدارس پر خاص نمبر ہوگا جس کی پچھلے خاص نمبروں کی طرح ایک دستاویزی حیثیت ہوگی، اگر آپ ابھی تک فریگرینس کے خریدار نہیں بنے ہیں تو مبلغ ۱۰۰ روپے بذریعہ منی آرڈر یا ڈرافٹ، درج ذیل پتہ پر بھیج کر اس خاص نمبر کے ساتھ ہی اگلے شمارہ سے بھی فائدہ اٹھائیں۔
جن خریداروں کا چندہ ختم ہو گیا ہے وہ بھی اس کی تجدید کرالیں۔
Secretary
Majlis Sahafat -wa- Nashriat
C/oTameer -e- Hayat
Nadwatul Ulama
Tagore Marg
Lucknow-7

تحریک دینی تعلیمی کونسل (صفحہ ۱۸ کا بقیہ)

احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس ترتیب و پیشکش کی سعادت پر احقر اپنے مالک کے حضور میں سربسجود ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ملک کے اندر تعلیم کی راہ سے ایک مخصوص تہذیب وتمدن پر مشتمل جس کلچرل انقلاب کا نعرہ بلند کیا جاتا رہا ہے اور اس کے لئے پورے نظامِ تعلیم کو جس طرح غیر سیکولر بنادیا گیا اس کی پوری معنویت اور اس کے مضمرات کو مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے سمجھنے اور دستور ہند کی روشنی میں ان کا جائزہ لینے کے لئے حضرت مولانا علی میاںؒ کی ان تحریروں کا مطالعہ ناگزیر ہے، اس کے بغیر ملک کی کوئی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی، علمی تعلیمی تہذیبی تغیرات کے منفی اور مثبت رجحانات اور اُن کے اثرات کا صحیح اندازہ اس کتاب کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

یہ بات بہت ذمہ داری اور احتیاط کے ساتھ عرض کی جاسکتی ہے کہ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے علم و مطالعہ کا نچوڑ، اُن کی تمام تصنیفات کا روحانی پیغام، فکری دعوت کا عطر، اس کی دلآویز خوشبو اور زبان واسلوب کا وقار وافتخار، اس مجموعہ ''تکبیر مسلسل'' میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے تحریر فرمایا ہے اور اس کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ بعض خطبات میں ''علی میاں نے اپنا کلیجہ نکال کر رکھ دیا ہے''۔

خود حضرت مولاناؒ نے تحریر فرمایا ہے:
''یہ خطبات صورتِ حال کی صحیح عکاسی، مسلمانوں کے جذبات اور نقطۂ نظر کی صحیح ترجمانی ہی کی حیثیت سے نہیں خود حکومتِ ہند، وزارتِ تعلیم اور اکثریت کی خیر خواہی، رہنمائی اور وطن دوستی کے لحاظ سے بھی تاریخی اہمیت کے حامل ہیں''

پروفیسر مولوی سید ضیاء الحسن ندوی مرحوم

ایک بلند کردار وصلاحیت کی حامل شخصیت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

پروفیسر سید مولوی سید ضیاء الحسن ندوی ڈین فیکلٹی آف ہیومنٹز اینڈ لنگویجز (Humanities & Languages) جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی جنھوں نے مورخہ ۲۱ر جنوری ۲۰۰۳ء کو دہلی میں ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر میں واقع اپنی قیام گاہ پر انتقال کیا، ان اصحاب علم وفضل میں تھے جنھوں نے دینی مضامین اور عربی کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد یونیورسٹی کے عصری مضامین میں بھی دسترس حاصل کی اور پھر تدریسی مشغولیت اختیار کی جس کے لئے لکھنؤ، حیدرآباد اور دہلی میں اپنی ذمہ داری انجام دی، ابھی ان کی عمر کے رٹائرمنٹ کی حد تک پہنچنے میں تقریباً ۴ر سال باقی تھی کہ اچانک داعی اجل نے ان کو آواز دی اور وہ اس کو لبیک کہتے ہوئے اپنے پسماندگان اور احباب کو غمزدہ چھوڑ کر اس جہان فانی سے جہان باقی کو کوچ کر گئے، مولوی سید ضیاء الحسن مرحوم ندوۃ العلماء کے ان فرزندوں میں تھے، جنھوں نے اس کے ابتدائی درجات سے اعلیٰ درجات تک تعلیم حاصل کی، ''الرائد'' کے شروع کے شروع کے دور میں وہ طلباء کی نمائندگی کرتے رہے اور ''الرائد'' کے کاموں میں معاون رہے اسی طرح ''النادی العربی اور جمعیۃ الاصلاح'' کی سرگرمیوں میں بھی وہ پیش پیش رہے اور ان انجمنوں کے سیکریٹری بھی رہے، اس طرح قدیم وجدید کی صلاحیت لے کر آگے بڑھے اور یونیورسٹی کی بھی سند حاصل کی اور تدریس کے میدان میں داخل ہوئے، اولاً ندوۃ العلماء کے متوسط درجات میں تعلیمی کام کیا، پھر ان کو یونیورسٹی کے میدان میں تدریس کا موقع ملا، جو عمر کی انتہا تک جاری رہا، وہاں انہوں نے لکچرر سے ترقی کرکے پروفیسر کا منصب حاصل کیا اور وہ صدر شعبۂ عربی اور پھر ڈین مقرر ہوئے۔

مولوی سید ضیاء الحسن مرحوم نمایاں صلاحیتوں اور بھرپور عزائم کے آدمی تھے، ان کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ سب کے ہمدرد تھے اور کسی کو بھی کوئی ایسی پریشانی لاحق ہو جو ان کے دائرہ کار میں آتی ہو تو اس کو دور کرنے میں پوری دلچسپی لیتے اور اس کی مدد کرتے، متعدد لوگوں نے اس بات کا اعتراف کیا اور بتایا کہ خود ان کا معاملہ ایک موقع پر بہت الجھ گیا تھا، انھوں نے بہت توجہ کی اور پیچیدگی کو حل کرادیا، انتظامیہ کے لوگوں نے بتایا کہ انتظامی معاملات میں ان کا رویہ بہت تعاون اور سمجھ کا دیکھنے میں آیا اور یہ بتایا کہ وہ اختلاف کی صورت میں بھی فرق مراتب کا لحاظ رکھتے تھے اور اپنے سے بڑے مرتبہ والوں کے ساتھ لحاظ وخیال رکھتے ہوئے اختلاف رائے کو ظاہر کرتے تھے، وہ جس رائے کو غلط اور نامناسب محسوس کرتے تو اس کا اظہار بصراحت کردیتے اور محض ادب واحترام میں اس پر خاموش نہیں رہتے، لیکن یہ اختلاف مہذب طریقہ سے کرتے، جس سے دوسرے کی بے عزتی نہ ہوتی۔

وہ رفقاء کے ساتھ اچھے رفیق، اساتذہ کے ساتھ سعادت مند شاگرد اور بزرگوں کے ساتھ با ادب اور نیاز مند تھے اور علمی مذاکروں کی محفل میں بے لاگ تبصرہ کرنے والے اور علمی بنیاد پر تجزیہ وتحقیق پیش کرنے والے تھے، ان کو انہی خصوصیات کی بنا پر یونیورسٹی میں ترقی کرنے اور انتظامیہ کا بھی اعتماد حاصل کرنے میں مدد ملی، یونیورسٹی میں ان کو ڈین شپ کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ کے ثقافتی ادارہ I.C.C.R. کے عربی رسالہ ''ثقافة في الهند'' کی ادارت بھی سپرد ہوئی جس کو انہوں نے ایک مسلمان اسکالر اور ایڈیٹر کی حیثیت سے نکالا، اس کا آخری شمارہ خاص حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر تھا جو ان کی ادارت وترتیب کا شاہکار ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں وہ ابتدائی درجات میں داخل ہوئے تھے، اس وقت ان کے بڑے بھائی مولانا محمود الحسن ندوی جن سے وہ ۱۲/۱۱ سال چھوٹے تھے تعلیم کی تکمیل کے مرحلہ میں تھے، عمر کے اس فرق کی بنا پر وہ ان کے لئے سرپرست کی حیثیت بھی رکھتے تھے، ان کا دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بڑے طلبا اور بعض اساتذہ سے اچھا خاصا ملا تھا اور بعض کے ساتھ ان کے بعض درجات میں رفاقت درس کا ربط بھی ہوچکا تھا، انہی میں میں بھی تھا، اس طرح ضیاء الحسن مرحوم کا مجھ سے دوہرا تعلق قائم ہوا، ایک تو استاد اور شاگردی کا اور دوسرے ایک دوست کے چھوٹے بھائی ہونے کا اس کی بناء پر مجھے سید ضیاء الحسن مرحوم کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا اور مجھے ان کی سعادت مندی اور شرافت کا تجربہ ہوتا رہا، ان کے علمی زندگی میں آنے اور تدریسی منصب پر پہنچنے کے بعد مختلف علمی اجتماعات میں میرا ان کا کئی بار ساتھ ہوا، کئی سفروں میں بھی رفاقت ہوئی میں نے ان کو ایک اچھا رفیق سفر اور علمی سطح پر اچھے مذاق کا حامل پایا، اسی کے ساتھ خورد وکلاں کے درمیان جو مہذب ربط ہونا چاہئے اس کا بھی پورا لحاظ ان کو کرتے دیکھا۔

ضیاء الحسن مرحوم نے چونکہ اولاً دینی تعلیم حاصل کی اور وہ بھی ندوۃ العلماء کی درسگاہ میں جہاں قدیم وجدید کے صالح امتزاج کا لحاظ رکھا گیا ہے، اس تعلیم سے پختہ استعداد بنانے کے ساتھ دوسرے ایسے مضامین جن سے موجودہ تمدنی زندگی کے مضامین سے سابقہ پڑتا ہے، اچھی واقفیت حاصل کی تھی اور اس کے لئے اپنے ذاتی مطالعہ نیز عصری ضرورت کے مضامین یونیورسٹی میں متوسع طریقہ سے حاصل کیا، اس لئے ان کو دونوں طرف کے فائدے اور صلاحیتیں حاصل ہوئیں، زبان کے سلسلہ میں ندوۃ العلماء میں اچھا اہتمام ہے خاص طور پر عربی میں زیادہ صلاحیت پیدا کرنے کا انتظام ہے، اس کے ذریعہ ضیاء الحسن مرحوم نے عربی کی عملی صلاحیت اچھی حاصل کرلی تھی، یونیورسٹی جانے پر انگریزی کی صلاحیت کو مزید مضبوط اور بہتر بنایا، چنانچہ وہ دونوں زبانوں میں گفتگو اور تقریر اچھے ڈھنگ سے اور بے تکلف کرتے تھے، اور لکھنے میں بھی مضمون نگاری اور تحقیقی کاوش کا اچھا نمونہ پیش کرتے تھے، عربی کی حد تک تو میں نے اس کو اچھی طرح محسوس کیا اور انگریزی کے معاملہ میں میں نے ان کو اس کا اظہار کرتے وقت سمجھا، ان کی اس دوہری صلاحیت سے ان کی بات کا اچھا وزن قائم ہوتا تھا اور کسی علمی مجلس میں خواہ وہ دینی مزاج رکھنے والی ہو یا عصری معیار کی ہو ان کو تکلف یا دشواری نہیں ہوتی تھی، دارالعلوم ندوۃ العلماء ان کی مادر علمی تھی، اس سے ان کا تعلق اور لگاؤ فطری اور جذباتی تھا اور وہ وہاں کے تعلیمی مزاج اور مقصد کو صرف صحیح ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کے داعی بھی تھے، اور وہاں کے ذمہ داروں اور اساتذہ سے ان کے مخلصانہ روابط بھی تھے، ان ہی روابط کی بنا پر ندوۃ العلماء کے علمی وفکری منصوبوں سے ان کو دلچسپی رہتی تھی، وہ وہاں کی انجمنوں کے رکن منتخب ہوئے، ان میں اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ اینڈ پبلی کیشن (مجلس تحقیقات ونشریات اسلام) عالمی رابطہ ادب اسلامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور ابھی گذشتہ سال ان کو ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کی رکنیت بھی حاصل ہوگئی تھی، وہ عالمی رابطہ ادب اسلامی کے سہ ماہی علمی آرگن "کاروان ادب اسلامی" کی مجلس ادارت کے بھی رکن تھے اور اس کے بعد بعض شذرات انہی کی قلم سے شائع بھی ہوئے۔

اس طرح ان کا انتقال ندوۃ العلماء کے لئے بھی ایک خسارہ کی بات ہوئی چنانچہ ندوۃ العلماء کے حلقہ میں اس کو محسوس کیا گیا اور ندوۃ العلماء میں کئی جلسہائے تعزیت منعقد ہوئے۔

ندوۃ العلماء کے بعد ان کا سب سے زیادہ تعلق جامعہ ملیہ اسلامیہ سے تھا جس کے وہ شعبۂ عربی کے پروفیسر صدر شعبہ رہتے ہوئے ڈین آف فیکلٹی ہوئے، چنانچہ وہاں بھی ان کے انتقال کو ایک نقصان اور حادثہ سمجھا گیا، یونیورسٹی کی طرف سے جلسۂ تعزیت منعقد کیا گیا اور اس میں اہم اور ذمہ دار شخصیت نے ان کو سراہا اور قدر دانی کا اظہار کیا۔

مرحوم کے بڑے بھائی مولانا سید محمود الحسن ندوی کے لئے یہ سانحہ بڑا سانحہ ہوا، کیوں کہ صرف یہی نہیں کہ وہ ان کے چھوٹے اور عزیز بھائی تھے، بلکہ وہ ساتھ رہتے بھی تھے، اور مختلف خاندانی اور نجی معاملات میں ایک دوسرے کے لئے تقویت کے باعث تھے اور علمی وادبی وذہبی ذوق ورجحان میں شریک تھے، پھر مرحوم کی تعلیم وتربیت کے دوران ان کی خصوصی توجہ اور فکرمندی کو مرحوم کی شخصیت سازی میں خاصا دخل تھا، اسی وجہ سے متعدد واقف کار لوگوں نے ان سے بھی خصوصی تعزیت کی، اور دلاسہ دیا، دونوں بھائیوں میں بڑی ہم آہنگی تھی، بڑے بھائی مولانا سید محمود الحسن بھی ندوۃ العلماء کے قدیم وجدید کی جامعیت رکھنے والی شخصیت ہیں، اور علمی وادبی ذوق میں اپنے چھوٹے بھائی کی رہنمائی کرتے رہے ہیں، اس ہم آہنگی کی بنا پر ان کے لئے یہ حادثہ سخت حادثہ ہے، اور دل کے مریض ہونے کے تعلق سے اس کا بوجھ زیادہ محسوس کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صبر کی توفیق دے۔

مرحوم مولوی سید ضیاء الحسن ندوی کا ادبی وفکری کتابوں کا بہت اچھا مطالعہ تھا، وہ عہد حاضر کی تحریکوں اور ان کے نظریات سے بھی خوب واقف تھے، اسی طرح اسلامی فکر وتحریکات سے ان کا قریبی ربط تھا، وہ ان کے سلسلہ میں منعقد اجتماعات میں علمی مزاج سے شرکت کرتے اور مناسب وضروری مشورے بھی دیتے تھے، جس سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا، عالمی رابطۂ ادب اسلامی کے سالانہ سیمیناروں میں ان کی شرکت برابر ہوتی تھی، اس شرکت کے سلسلہ میں ان کا استنبول ترکی کا سفر ہوا، نیز ایک سفر مراکش کا ہوا اور ایک سفر مصر کا ہوا، اور انھوں نے ان میں مقالہ بھی پیش کئے اور مذاکرے میں بھی شرکت کی اور بعض موقعوں پر تو بڑی جرأت کے ساتھ اور مؤثر زبان میں اپنی بات کہی اور مرعوبیت کا کوئی اظہار نہیں ہوا۔

چند سال سے تو علمی وادبی دلچسپیوں میں ان کا تعاون میرے ساتھ بہت ہوگیا تھا اور پرانے تعلق کی بنا پر وہ میرے ساتھ میرے چھوٹے بھائی کی حیثیت سے معاملہ کرتے تھے اور مجھے ان سے اچھا تعاون ملتا تھا اس طرح ان کا انتقال میرے لئے ایک خاندانی حادثہ کی حیثیت رکھتا ہے، مرحوم نے اپنے پیچھے اہلیہ اور تین صاحبزادگان چھوڑے جو ابھی یونیورسٹی کے اعلیٰ درجات میں ہیں، امید ہے کہ انشاء اللہ وہ جلد اپنے والد مرحوم کی صفات وکردار کے حامل ہوں گے اور ان کی جگہ پر کھڑے ہونے کے لائق ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی خصوصی مدد فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں بہتر سے بہتر مقام عطا کرے۔ اللھم ارحمہ واغفرہ

عرب ممالک میں مقیم ندوی فضلاء کی طرف سے

مادرِ علمی کو تحفہ

مولانا نذر الحفیظ ندوی

ندوۃ العلماء کا کتب خانہ برصغیر کے کتب خانوں میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے، ملک کے ممتاز علماء وفضلاء اور اصحاب علم نے اپنے ذاتی کتب خانے ندوۃ العلماء کے لئے وقف کردیئے، بعض شخصی کتب خانے پورے کے پورے خریدے بھی گئے، اسی وجہ سے یہاں کی لائبریری میں منتخب اور متنوع کتابیں ہیں جو علمی موضوعات پر کام کرنے والوں کے لئے مراجع کی حیثیت رکھتی ہیں ۱۹۵۰ء کے بعد سے اس کتب خانہ میں عالم عربی میں شائع ہونے والی جدید مطبوعات کا اضافہ ہونے لگا، اس کی وجہ یہ بھی کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مسلسل دورے عالم عربی کے ہونے لگے تھے، اہل علم اور تحقیقاتی ادارے جو کتابیں انھیں پیش کرتے حضرت مولانا وہ قیمتی ھدایا ندوۃ العلماء کی لائبریری کو مرحمت فرمادیتے، ان قیمتی ہدایا کے علاوہ ناظر کتب خانہ مولانا سید محمد مرتضیٰ کی ذاتی دلچسپی اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب وسرپرستی کی وجہ سے نئی اُردو، عربی اور انگریزی مطبوعات کی خریداری کرتے، برصغیر کے ممتاز ادیب ومحقق علامہ عبدالعزیز میمنی نے ایک بڑی رقم اس مقصد سے مرحمت فرمائی کہ اس سے عربی زبان وادب کی کتابیں خریدی جائیں، راقم الحروف کو اس مقصد سے دوبار مصر وشام اور سعودی عرب بھیجا گیا ان دونوں سفروں میں کتابوں کی خریداری تو ہوئی ہی بعض اہل خیر نے تفسیر وحدیث اور فقہ وتاریخ کے موضوع پر کتابیں تحفہ میں دیں، اس وقت ماشاء اللہ ندوۃ العلماء کے کتب خانہ میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب کتابیں ہیں ان کے علاوہ کلیۃ اللغہ، کلیۃ الشریعہ، رواق سلیمانی اور رواق اطہر میں بھی لائبریریاں ہیں جن سے طلباء استفادہ کرتے ہیں، مرکزی لائبریری اور رواق سلیمانی واطہر کے مکتبات بعد مغرب سے بارہ بجے رات تک کھلے رہتے ہیں۔

گذشتہ جون میں ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے ایماء ومشورے سے یہ طے کیا گیا کہ کلیۃ اللغۃ العربیہ کے مکتبہ کے لئے خاص طور سے عربی زبان وادب اور دعوتی موضوعات پر کتابیں منگوائی جائیں اور نئی مطبوعات کی خریداری کی جائے کلیۃ اللغۃ العربیہ کے عمید مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے اس سلسلہ میں عرب ممالک میں مقیم ندوی فضلاء کو خطوط لکھ کر متوجہ کیا کہ وہ مادر علمی کو کتابوں کا تحفہ پیش کریں، چنانچہ سب سے پہلے اس خط کا جواب دبئی میں مقیم مولانا نظام الدین ندوی نے بذریعہ ٹیلیفون دیا اور یقین دہانی کرائی کہ ندوی برادری کی طرف سے بھرپور تعاون کیا جائے گا، دبئی میں عرصہ سے مقیم قاری عبدالحمید صاحب ندوی کو مولانا محمد واضح صاحب نے الگ سے خط لکھا کہ وہ اپنے اثر ورسوخ سے یہ کام کرادیں۔

دبئی کے علاوہ سعودی عرب اور قطر میں مقیم ندوی فضلاء کو بھی خط لکھے گئے اور یہ طے کیا گیا کہ اس مقصد کے لئے دارالعلوم کے ایک استاذ کو بھیجا جائے، ندوۃ العلماء کا ایک وفد اگست کے پہلے ہفتہ میں مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی کی رہنمائی میں قاہرہ جانے لگا تو ہمارے سفر کا بھی پروگرام اسی وفد کے ساتھ بنادیا گیا، ریاض ہوتے ہوئے چند گھنٹے کے لئے ریاض ایئرپورٹ پر رکنا ہوا تو وہیں سے ڈاکٹر علی احمد ندوی کو فون کیا، انھوں نے اس وقت اپنی طرف سے ایک معقول رقم دینے کا وعدہ کیا اور یقین دلایا کہ انشاء اللہ ہم سب ندوی اس کار خیر میں ضرور حصہ لیں گے اور یہ خدمت ہمارے لئے باعث اعزاز ہے۔

قاہرہ کے دس روزہ قیام میں مولانا سید محمد واضح رشید حسنی اور مولانا سید محمد اجتباء ندوی اور مولانا سید ضیاء الحسن ندوی کے مشورے سے کلیۃ اللغہ کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر تقریباً پچاس ہزار روپے کی کتابیں مختلف مکتبات سے خرید لی گئیں، قاہرہ میں مقیم ڈاکٹر عبدالمجید ندوی نے بڑا تعاون کیا اور دارالاعتصام کے ذریعے ان کتابوں کو ہندوستان بھجوانے کا اہتمام کیا۔

قاہرہ سے واپسی پر جدہ آئے تو ندوی فضلاء کی رقمیں موصول ہوئیں، ڈاکٹر علی احمد ندوی کے علاوہ سعید مرتضیٰ ندوی، شکیل الرحمان ندوی اور خطیب عالم ندوی نے بھرپور تعاون کیا ریاض میں ستمبر کے اواخر میں متعدد کتابوں کی نمائش میں ہم شریک تو نہ ہوسکے البتہ وہاں کے ندویوں نے اس موقع سے کتابیں خرید لیں، مولوی خطیب عالم ندوی کے تعاون سے جدہ کے سب سے بڑے کتابی مرکز مکتبہ المامون جاکر کتابیں خریدی گئیں، شام کے مشہور عالم اور دینی کتابوں کے بڑے ناشر شیخ محمد علی دوسہ (جو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے ناشر بھی ہیں) نے ذاتی طور پر یہ پیشکش کی کہ ان کے مکتبہ جاکر جو کتابیں چاہیں ان کا انتخاب کرلیں چنانچہ کلیۃ اللغۃ اور المعھد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی

کی موضوعات سے متعلق خاصی کتابیں مل گئیں دوسہ صاحب نے اپنے خرچے پر ایرکارگو سے ان کتابوں کو ہندوستان بھجوادیا۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

جدہ سے ہم دبئی آئے جہاں پندرہ دن ہمارا قیام مجی قاری عبدالحمید صاحب ندوی کے مکان پر رہا، قاری صاحب ماشاء اللہ صحیح معنوں میں ندوہ کے نمائندہ اور بڑے مخلص سفیر ہیں، ان کا گھر مدارس کے سفیر اور ہندوستان کے علماء کے قیام کا عرصہ سے مرکز ہے، بڑی فیاضی اور سیر چشمی سے ان کا پورا گھرانہ ضیافت کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے، قاری صاحب ہی نے ہمارا ویزا نکلوایا، جب معمول ہمارے قیام وطعام کا نظم بھی انہیں کے یہاں رہا، وہ اپنے خاص تعلق والوں سے ملانے کے لئے ذاتی طور پر ہمیں لے گئے اور بڑا قیمتی تعاون ان سے کرادیا۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

مولوی نظام الدین ندوی، مولوی عبید اللہ سیوانی ندوی، مولوی حبیب اللہ ندوی اوران کے رفقاء نے سرگرم حصہ لیا، مسجد طہ میں ندوی فضلاء کا جلسہ کرکے مالی تعاون کی اپیل کی اس جلسہ میں تمام شرکاء نے اس بات پر اپنی بے پایاں مسرت ظاہر کی کہ مادر علمی نے ہمیں جس خدمت کے لئے پکارا ہے وہ ہمارے لئے بڑے فخر واعزاز کی بات ہے اور یہ ہماری خوش نصیبی ہے، ہم سب ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں کے شکر گذار ہیں کہ ہمیں اس خدمت کا موقع دیا گیا۔ ڈاکٹر ولی اللہ ندوی استاذ جامعۃ الامام راس الخیمہ نے بڑا قیمتی تعاون کیا، ابوظبی میں مقیم کیرالہ کے جمال ندوی نے وعدہ کیا کہ وہ جدید معاجم اور شعری دواوین دیں گے۔

دبئی اور شارجہ کے مکتبات سے تقریباً چار لاکھ روپے سے زائد کی کتابیں خرید لی گئیں، دبئی میں مقیم مولانا معین اشرف صاحب کے توسط سے ایک صاحب خیر نے تفسیر وحدیث اور فقہ کے متعلق بڑا قیمتی مجموعہ کتابوں کا دیا۔

کتابوں کے انتخاب میں اس بات کا خاص لحاظ رکھا گیا کہ کلیۃ اللغۃ العربیۃ کے موضوع سے متعلق ہوں تاکہ اس کے اساتذہ و طلبہ کو استفادہ میں آسانی ہو، چنانچہ عربی زبان و ادب، صرف ونحو، بلاغت، نقد عربی قدیم وجدید، ناول، قصے، افسانے، جدید وقدیم عربی لغات و معاجم، شعری دواوین، جدید دور کی ادبی علمی، دینی اور دعوتی شخصیات مفکرین علماء اصحاب دعوت وعزیمت، دینی ودعوتی تحریکات، عربی و اسلامی صحافت، یہودیت، عیسائیت طرز فکر اور بچوں سے متعلق لٹریچر سے متعلق ساڑھے سات سو سے زائد کتابیں خرید لی گئیں۔ عرب امارات میں مقیم ندوی فضلا نے نہ صرف دبئی اور شارجہ میں خریدی گئی کتابوں کی قیمت ادا کی، بلکہ انھوں نے مصر میں خریدی گئی کتابوں کی رقم بھی ادا کردی، جو پچاس ہزار روپے تھی، ان بیش قیمت علمی تحائف کے علاوہ سب سے بڑی خدمت ان حضرات نے یہ کی کہ ان کی کتابوں کو پیک کراکے ایرکارگو سے لکھنؤ تک بھجوانے کی زحمت کی، اوراس کے تمام اخراجات ادا کئے۔

ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مہتمم مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی اور عمید کلیۃ اللغۃ مولانا سید محمد واضح صاحب نے ان کتابوں کو ملاحظہ کرکے بڑی مسرت ظاہر کی اوران ندوی فضلا کو دعاؤں کے ساتھ مبارکباد بھی دی کہ انھوں نے مادر علمی کی خدمت کی، ان سب کا شکریہ ادا کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا اور جدید مطبوعات سے وہ مادر علمی کو مالا مال کرتے رہیں گے۔ (ناظم ندوۃ العلماء کو پیش کی گئی رپورٹ سے تلخیص)

❁❁❁❁❁

دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کی تاریخ ساز تحریک، گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں کی ناقابل فراموش تعلیمی خدمات

ہندوستان میں نظام تعلیم کے منفی رجحانات، اسلامی تہذیب اور ملی تشخص کی اہمیت و افادیت سے متعلق ایک تاریخی دستاویز۔

تکبیرِ مُسلسل

چالیس برس دینی تعلیمی کونسل کے صدر کی حیثیت سے

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوئ

کی تقریروں اور تحریروں کا آٹھ سو صفحات پر مشتمل ضخیم اور جامع انتخاب

مقدمہ: مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

پیش لفظ: مولانا عبداللہ عباس ندوی

مُرتبہ

ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی

(سکریٹری دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش)

تکبیر مُسلسل

ایک مردِ مومن کے اعلانِ حق، ایک مجاہد کے نعرۂ حُریت، ایک محبِ وطن کے فکر و خیال سے لبریز ہے۔

ضخامت : ۷۸۴ صفحات

قیمت : ۳۰۰ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش۔ عارف آشیانہ، چوک لکھنؤ

۲۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۳۔ ندوی بک ڈپو۔ ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۴۔ مکتبہ الفرقان۔ نیا گاؤں، نظیر آباد، لکھنؤ

۵۔ مکتبہ اسلام۔ گوئن روڈ، لکھنؤ

۶۔ اسلامی بک ہاؤس۔ امین الدولہ پارک، امین آباد، لکھنؤ

۷۔ مکتبہ حرمین۔ کچہری روڈ، لکھنؤ

۸۔ مکتبہ دین وادب امین الدولہ پارک امین آباد لکھنؤ

روداد سفر

فرقہ پرستی کے خلاف سرگرم عمل ہونے کی ضرورت

شانتی اور سدبھاؤنا کارواں میں حضرت ناظم ندوۃ العلماء کی شرکت

اسحٰق حسینی ندوی

ملک کے موجودہ فرقہ وارانہ ماحول اور ہندو مسلم منافرت خصوصاً سانحۂ گجرات جس نے پوری دنیا میں ہندوستان کا سر شرم سے جھکا دیا ہے، کے پیش نظر امن وبھائی چارہ کے قائم کرنے اور انسانیت کو جگانے کے لئے ایک ''شانتی اور سدبھاؤنا کارواں'' ۱۰ر تا ۱۹ر جنوری ملک کے دس بڑے شہروں میں (مثلاً دہلی، حیدرآباد، چنئی، بمبئی، کلکتہ اور پٹنہ وغیرہ) جناب سید حامد چانسلر ہمدرد یونیورسٹی کی سربراہی میں نکالا گیا، جس میں سبھی مذاہب کے نمائندے اور انسانیت کا درد رکھنے والے افراد شامل تھے، اس کارواں کا اہتمام یوپی رابطہ کمیٹی نے کیا تھا۔

جسٹس کرشنا ایر، نرملا پانڈے، کلدیپ نیر، سید شہاب الدین، پروفیسر وی، کے، ترپاٹھی، سدھارتھ شنکر رے، جان دیال متھلیش یادو، مولانا اسرار الحق قاسمی، بابو خان، راجندر سنگھ وغیرہ مختلف پروگراموں میں شریک ہوئے، عالیجناب سید حامد صاحب نے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے درخواست کی تھی کہ جناب والا بھی اس کارواں میں شامل ہوں، حضرت والا مدظلہ نے دعوت منظور فرمائی اور ایک مختصر سا قافلہ حضرت مولانا کی سربراہی میں لکھنؤ سے کلکتہ کے لئے روانہ ہوا۔

کلکتہ میں کارواں کا جلسہ:

کلکتہ میں جمعہ سے قبل ایک بڑا پروگرام ہوا، ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، حضرت مولانا مدظلہ صدر جلسہ تھے، سید حامد صاحب، سدھارتھ ناتھ شکر، جان دیال (عیسائی نمائندے) راجندر سنگھ (سکھ نمائندے) سید شہاب الدین، متھلیش یادو وغیرہ نے تقریریں کیں، آخر میں حضرت مولانا نے خطاب فرمایا اور اس کارواں کے نکالے جانے پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ آپسی بھائی چارے اور امن وشانتی کی فضا قائم ہونے سے ملک ترقی کرے گا، مختلف مذاہب اور نسلوں کا یہ ملک ہے، سیکولرزم، جمہوریت اور عدم تشدد کی پالیسی ہی اس ملک کو بچا سکتی ہے، انھوں نے کہا کہ ملک سخت خطرے میں ہے، اور یہ فرقہ وارانہ فسادات ملک کو تباہ کردیں گے، گجرات ہی کو دیکھ لیجئے مسلمانوں کا جو کچھ نقصان ہوا، وہ تو ہوا ہی، گجرات اقتصادی طور پر دس سال پیچھے چلا گیا ہے، مولانا نے بڑے درد کے ساتھ کہا کہ ملک کی حفاظت کیجئے، یہ ایک امانت ہے، آزادی کی جنگ لڑنے والوں کی قربانی کو یاد کیجئے، جس طرح ہم اپنے چھوٹے گھر کی حفاظت کرتے ہیں، اسی طرح ہمیں اپنے بڑے گھر (وطن) کی بھی حفاظت کرنا چاہئے۔

جمعہ کی نماز کے بعد خطاب:

جمعہ کی نماز کے بعد حضرت والا کا خطاب ہوا، جس میں فکر آخرت پر بڑی بصیرت افروز تقریر ہوئی۔

پریس کانفرنس اور جلسۂ عام:

چار بجے پریس کانفرنس ہوئی، اور مغرب کے بعد ایک جلسۂ عام ہوا، حضرت مولانا نے صدارت فرمائی، سلیم صاحب وزیر حکومت بنگال، بابو خاں سابق وزیر حکومت آندھرا پردیش، سید شہاب الدین، متھلیس یادو، جان دیال اور راجندر سنگھ وغیرہ نے خطاب کیا، جناب سید حامد نے کارواں کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی، آخر میں صدر جلسہ نے خطاب فرمایا، انھوں نے کہا کہ برائیوں کے خلاف آواز اٹھانے کی ضرورت ہے، اگر اچھے لوگ برائیوں کو روکنے کی کوشش نہیں کریں گے تو برے لوگ حاوی ہوتے جائیں گے۔

پٹنہ کا سفر:

ساڑھے دس بجے ہمگری ایکسپریس سے پٹنہ پہنچے، اسٹیشن پر بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا، ڈاکٹر عبدالحی کی سربراہی میں استقبال کرنے والوں کا ہجوم تھا، ہم لوگ سیدھے گاندھی کیندر پہنچے، جہاں ایک نمائندہ جلسہ رکھا گیا تھا، منجے کمار ناظم جلسہ تھے، وی کے ترپاٹھی، جان صاحب، ڈاکٹر احمد عبدالحی، متھلیش یادو، سید حامد اور حضرت مولانا مدظلہ نے خطاب کیا۔

جناب سید حامد کی تقریر:

سید حامد صاحب نے فرمایا کہ گجرات میں دو نئی باتیں ہوئیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں، (۱) ریاستی حکومت نے پہلے تو خود ماحول خراب کیا اور پھر فسادیوں کی پوری مدد کی۔ (۲) اس جرم پر پشیمان ہونے کے بجائے فخر کیا جارہا ہے، جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا، اسی لئے ہم اس سخت موسم میں سدبھاؤنا اور شانتی کا یہ کارواں لے کر آپ کے شہر میں آئے ہیں، کہ آپ محبت چاہتے ہیں، یا نفرت، آپ کو انسان دوستی پسند ہے یا انسان دشمنی، یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

مولانا کی تقریر:

حضرت مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ بدگمانیاں

اور غلط فہمیاں دور کرنے کی ضرورت ہے یہ روز روز کے فساد ملک کے لئے خطرہ کی علامت ہیں، اس سے ملک ترقی نہیں کرسکتا، ہمارا یہ ملک جو ایک مہمان دیش ہے، بڑی جد وجہد کے بعد ہم کو ملا ہے، ہمیں اس کی حفاظت کرنا چاہئے۔

پبلک میٹنگ:

۳ بجے پریس کانفرنس ہوئی اور پھر یہ کارواں پبلک میٹنگ کے لئے روانہ ہوا، ساڑھے تین بجے بھارتیہ کلا کیندر میں پروگرام شروع ہوا، حضرت مولانا اور امیر شریعت بہار واڑیسہ بھی تشریف لے آئے، جی کمپلکس سے بہت بڑی تعداد میں اسکولی بچے پیدل مارچ کرتے ہوئے اور ہاتھوں میں تختیاں اٹھائے ہوئے جس میں امن وبھائی چارے سے رہنے کی تلقین تھی، اور نفرت اور ظلم کے خلاف نعرے تھے، جلسہ گاہ تک گئے، پروفیسر ترپاٹھی، جان دیال، متھلیش یادو، سید حامد، ستیہ چودھری، اسرار الحق قاسمی، بابو خاں انجمن آراء، سردار راجندر سنگھ، سید شہاب الدین، پروفیسر ریاض عمر مقررین میں تھے، صدارت مولانا نظام الدین صاحب امیر شریعت بہار واڑیسہ فرمارہے تھے، نظامت شفیع مشہدی نے کی، ڈاکٹر احمد عبدالحی صاحب نے خیر مقدمی کلمات فرمائے، انھوں نے کہا کہ پندرہ فیصدی امن کے دشمن ہیں، اور ۸۰ فیصد امن وشانتی چاہتے ہیں، لیکن فرق یہ ہے کہ ہم ۸۰ فیصدی اکثریت میں رہ کر گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں، اور وہ پندرہ فیصد مسلسل آگ لگانے کے کام میں مصروف ہیں، ہم شکر گذار ہیں سید حامد صاحب کے کہ ایسے سخت موسم میں کارواں لے کر نکلے ہیں، ہم سب کو چاہئے کہ ہم بھی گھروں سے نکلیں اور میدان میں آئیں، ورنہ ہم ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے، اس کے بعد سید حامد صاحب نے کارواں کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم شکر گذار ہیں کہ جس پیغام اور مشن کو ہم لے کر چلے ہیں ملک کی اکثریت کی تائید اس کو حاصل ہے، ہم امن وشانتی اور سدبھاؤنا کا ماحول پیدا کرنے نکلے ہیں، وبا اور ہلاکت آفریں بیماری کا علاج یہ نہیں ہے کہ صرف اس کا تذکرہ کردیا جائے، خاموشی کے بجائے سرگرم عمل ہونے کی ضرورت ہے، تمام انسان ایک جسم کے اعضاء ہیں اگرچہ جسم کے ایک حصے میں درد ہوتا ہے تو باقی اعضاء بھی درد محسوس کرتے ہیں، آپ نے بھی درد محسوس کیا اور یہاں تشریف لائے، ہم ممنون ہیں کہ ہماری پذیرائی میں آپ نے کوئی کمی نہیں کی، گویا یہ ہندوستان کے ضمیر کی آواز ہے، مہمان خصوصی اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر محترم حضرت مولانا مدظلہ نے فرمایا، بزرگو! آپ حضرات دیر سے اہم مشورے، تجربے اور مفید باتوں کو سن رہے ہیں، آپ نے اس سے پورا استفادہ بھی کیا ہوگا، حضرات! مسلمان اس ملک میں صدیوں سے رہ رہے ہیں، یہاں ان کی حکومت بھی رہی ہے، سامراجی دور بھی یہاں رہا ہے،، اس ملک سے انھوں نے پورا فائدہ اٹھایا اور اپنا اقتدار قائم کیا، اور اس ملک پر قبضہ کرلیا، ہمارے بزرگوں نے سخت جد وجہد کرکے اور قربانیاں دے کر اس کو آزاد کرایا، لیکن یہاں سے جاتے جاتے انگریزوں نے نفرت کے بیج ڈالے کہ یہ ملک آپس میں نبرد آزما رہے اور یہ نفرت کے بیج آج درخت بن گئے ہیں، آج جو کچھ ہورہا ہے اور گجرات میں جو کچھ ہوا، وہ دراصل غلط فہمیوں کا نتیجہ ہے، غلط فہمیوں سے ہی نفرت شروع ہوتی ہے، دلوں میں غلط فہمیاں بٹھائی گئیں اور اشتعال پیدا کیا گیا، الیکشن میں ووٹ کا فائدہ اٹھانے کے لئے ان سازشوں کو روکنے کے لئے تیاری کی ضرورت ہے، جن حضرات کا عوام پر اثر ہے اور جن کے پاس وسائل ہیں، ان کو عوام کو بیدار کرنے کا کام کرنا چاہئے، غلط فہمیاں دور کی جائیں اور ذہن سازی کا کام کیا جائے، سید حامد صاحب کی قیادت میں جو کارواں نکالا جارہا ہے، اس کا یہی مقصد ہے، بھائی چارہ اور ہمدردی اور غریبوں کی مدد کا طریقہ ہم کو اپنانا چاہئے جس سے ہم دشمنوں کی دشمنی کو ختم کرسکتے ہیں۔

آخر میں صدر جلسہ مولانا نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ میں مبارک باد دیتا ہوں سید حامد صاحب اور ان کے رفقاء کو کہ انھوں نے وقت کی ضرورت سمجھ کر یہ کارواں نکالا ہے، جب انسان خودغرض اور مفاد پرست ہوجاتا ہے اور انسانیت کی بلندی نیچے آجاتی ہے تو وہ درندوں سے گیا گذرا ہوجاتا ہے، عبادت گاہوں کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا جارہا ہے اور سیاسی مفاد کے لئے مصنوعی فرقہ پرستی کو اپنایا جارہا ہے، یہ وقت کام کرنے کا ہے اور یہاں کی روایتوں کو زندہ رکھنے کا ہے، جلسہ میں پروین امان اللہ جو سید شہاب الدین صاحب کی صاحبزادی ہیں، اور پٹنہ میں ''ہم لوگ'' نام سے ایک تنظیم چلا رہی ہیں، انھوں نے ایک دستاویزی البم سید حامد صاحب کو پیش کی جس میں پانچ ہزار چار سو لوگوں نے دستخط کئے ہیں انھوں نے سید صاحب سے درخواست کی کہ صدر جمہوریہ کی خدمت میں اسے پیش کردیں۔ ساڑھے چھ بجے جلسہ ختم ہوگیا اور وہاں سے مولانا مدظلہ امارت شرعیہ تشریف لے آئے، فجر بعد المعہد العالی للقضاء والافتاء کے طلبہ آگئے، مولانائے محترم نے ان کو چند نصیحتیں فرمائیں کہ آپ اپنے اندر توسع اور تفقہ پیدا کریں، حضرت مولانا مدظلہ سب سے رخصت ہوکر اسٹیشن تشریف لے آئے اور نو بجے دن میں چل کر رات میں ۱۲ بجے لکھنؤ پہنچے، اور اس طرح یہ سفر مکمل ہوا۔

☆☆☆

کتابوں کی دنیا

شعری مجموعہ: افق اعلیٰ
شاعر: محمد حسین فطرت
ناشر: ادارہ ادب اسلامی لکھنؤ
صفحات: ۲۶۰
قیمت: ۱۰۰ر روپے
تبصرہ نگار: محمود حسن حسنی ندوی

افق اعلیٰ جناب فطرت کا پانچواں مجموعۂ کلام ہے، اس کو رابطہ ادب اسلامی لکھنؤ نے شائع کیا ہے۔ فطرت صاحب کے دیگر مجموعۂ کلام کے بہ نسبت یہ مجموعہ کلام زیادہ ضخیم ہے، مقدمہ اور تعارف اور عرض مصنف کے بعد کتاب تین حصوں میں منقسم ہے، زمزمۂ فطرت میں تین حمد ہیں اور نذرانۂ عقیدت میں چھ نعتیں ہیں پھر غزلیں اور قطعات ہیں اور آخری حصہ دینی ادبی اور سماج کی صورت حال کی عکاس نظموں پر مشتمل ہے۔

مولانا محمد رابع حسنی ندوی صدر رابطہ ادب اسلامی کے مقدمہ نے کتاب کی معنویت کو دوبالا کردیا ہے، وہ فطرت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''فطرت صاحب نے اردو زبان وادب کے مراکز سے دور رہنے کے باوجود اپنے اشعار میں شستہ اور شائستہ اسلوب میں اپنے خیالات وواردات کو حسین پیکر عطا کیا ہے، ان خیالات میں بلندی کے ساتھ اظہار حق وصداقت کی خوبی بھی نمایاں ہے، فطرت صاحب کا یہ وصف ان کی غزلوں میں نمایاں نظر آتا ہے، ان کی غزلوں میں گل وبلبل، چاک گریباں، لعل وگوہر، سرو وسمن اور سوز ونسترن ہی نہیں سوز وگداز اور فکر ووجدان بھی ہے''۔

افق اعلیٰ میں شامل حمد باری کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

حسن صوری اور جمال معنوی دیتا ہے کون
زندگی کو اعتبار زندگی دیتا ہے کون
تتلیوں کو کس نے بخشا جامۂ رنگ وجمال
جگنوؤں کو خلعت تابندگی دیتا ہے کون

پھر یہ شاعر جب تاجدار کونین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرتا ہے تو پاکیزہ زبان اور باصفا دل سے کہ کہیں بھی شائبۂ شرک وبدعت نہیں ہوگا، نعت کا شعر ہے:

بتایا نکتۂ توحید تم نے دنیا کو
ہر ایک رشتہ کٹا تو خدا کی ذات ملی

حمد ونعت کے بعد غزلوں میں بھی جو اسلوب ہے وہ بھی موثر، پرکیف اور سنجیدہ ہے، سارا طرز واسلوب سخن باوضو لگتا ہے، ان کی غزلیں پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں، ان کی اس غزل کے یہ شعر پڑھئے:

داغ جگر ہیں خنداں آئینے میں غزل کے
یا پھول کھل گئے ہیں تالاب میں کنول کے
زخموں کا اک مرقع دل ہے بہ لطف یاراں
کچھ زخم گہرے گہرے کچھ زخم ہلکے ہلکے
احباب کے سفینے غرقاب عافیت ہیں
ساحل پہ آکے ڈوبے گرداب سے نکل کے

معاشرہ پر شاعر کے طنز کے انداز کی طرف اردو کے ایک ادیب اور مصنف جناب پروفیسر عمر حیات خان غوری نے اشارہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں'' ان کے کلام میں اگرچہ ناریل اور سپاری کے باغات میں عشق کی بدمستیاں نظر نہیں آتیں، وہ سمندر کی ریت پر داد عیش کے مناظر کی عکاسی بھی نہیں کرتے کہ یہ رومانوی فنکاروں کا شیوہ رہا ہے، البتہ ان کے کلام میں اپنے معاشرہ کا پس منظر نظر آتا ہے، بھٹکل ایک ایسی بستی ہے کہ جس میں دولت کی فراوانی نظر آتی ہے، دولت کی فراوانی کے ساتھ بہت سے اخلاقی وکرداری نقائص کا آنا لازمی ہے، فطرت اپنی بات کو عمومی انداز میں اس طرح کہہ جاتے ہیں کہ ان کی بات ہر شخص اپنے دل کی بات سمجھے۔ نمونہ کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

لوگ یہ کہتے ہیں اشعار میں کیا رکھا ہے
میں نے ہر شعر میں دل اپنا چھپا رکھا ہے
اپنے ایماں کا تحفظ ہے فریضہ اپنا
میں نے صندوق میں سونے کو چھپا رکھا ہے،

نعمان اکرمی صاحب نے اس کتاب کی اشاعت میں خصوصی دلچسپی لے کر افق اعلیٰ کو اردو والوں کی خدمت میں پیش کیا ہے، چونکہ یہ پہلی کوشش ہے اس لئے اس میں کتابت اور طباعت کی غلطیاں بھی در آئی ہیں، لیکن کتاب دیدہ زیب ہے، اور سرورق خوبصورت، کاغذ بھی اچھا استعمال ہوا ہے۔ باذوق قارئین سے بجا طور پر اس مجموعۂ کلام کی پذیرائی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ ☆

سال نو کے پُرمسرت موقع پر ایک شاندار انعام
ایک ہفتہ کا فری کا کورس
Millenium Computer Center
ہارڈ ویر اینڈ سافٹ ویر
(انٹرنیٹ کیفے شروع صرف پندرہ روپے گھنٹہ)
دینی مدارس کے طلباء کے لئے خصوصی رعایت
Ph. 2788250 مچھلی منڈی ڈالی گنج لکھنؤ

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں شعبۂ صحافت کا قیام

جناب حسین امین

ساری دنیا میں مدرسہ کی سطح کے کسی دینی تعلیمی ادارہ میں اولین شعبۂ صحافت دارالعلوم ندوۃ العلماء میں قائم ہوگیا۔ افتتاحی تقریب کی صدارت کرتے ہوئے ندوۃ العلماء کے ناظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے صحافتی دنیا پر زور دیا کہ صحافت کو ذریعہ تعمیر بنایا جائے نہ کہ تخریب کا ذریعہ۔ تاکہ ایک ایسا بہتر معاشرہ بن سکے جو ملک وقوم کی ترقی کا باعث بنے اور دنیا میں امن قائم ہو۔ انھوں نے افسوس ظاہر کیا کہ آج صحافت کو تخریب کا ذریعہ بنایا جارہا ہے اور ذہن کو مسموم کیا جارہا ہے۔ وسائل کا استعمال صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔ صحافت کو صحیح رخ دینا چاہئے اور اس میں توازن پیدا کیا جانا چاہئے تاکہ صحافت فساد وانتشار کا باعث نہ بنے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی نے بھی صحافت کی ضرورت واہمیت اور افادیت پر نہایت زور دیا اور کہا کہ عالم اسلام نے بھی صحافت کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے۔ جہاں صحافت اور اس کے وسائل کی کمی ہے وہ دور ہونی چاہئے اور ایسے افراد تیار ہونے چاہئیں جو صحافت کے ذریعہ قوم وملت اور انسانیت کی خدمت کرسکیں اور دعوت کے فریضے کو بھی انجام دے سکیں۔ انھوں نے کہا کہ دارالعلوم ندۃ العلماء میں صحافت کے شعبہ کو قائم کرنے کا مقصد اچھے اور تربیت یافتہ صحافی پیدا کرنا ہے۔ دوسرے اسلامی مدارس کو بھی اس رخ پر کام کرنا چاہئے۔

ممتاز صحافی جناب عشرت علی صدیقی نے موجودہ صحافت کے معیار پر اظہار افسوس کیا اور اسکی اخلاقیات کو قائم کرنے پر توجہ دلائی اس موقع پر راقم سطور نے کہا کہ آج ندوہ میں شعبۂ صحافت کا قیام حضرت مولانا علی میاںؒ کے خوابوں کی تعبیر ہے جسکو روبہ عمل لانے کا سہرا حضرت مولانا رابع حسنی ندوی، ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی، مولانا واضح رشید ندوی، مولانا سید حمزہ حسنی، مولانا شمس الحق ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی اور مولانا نذر الحفیظ ندوی کی دلچسپیوں اور کوششوں کے سر جاتا ہے۔

ندوہ میں مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری کا درس بخاری وخطاب عام

(ادارہ)

جناب مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ، حضرت ناظم ندوۃ العلماء اور حضرت مہتمم دارالعلوم کی دعوت پر بتاریخ ۲۱ رشوال ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۷ ردسمبر ۲۰۰۲ء ندوہ تشریف لائے۔ مولانائے محترم نے بہت ہی اہتمام کے ساتھ بخاری شریف، مسلم شریف اور ترمذی شریف کا درس دیا اور دارالعلوم کی مسجد میں سے خطاب بھی فرمایا۔ مولانائے محترم نے اپنے درس میں بہت سے علمی نکات بیان فرمائے اور مختلف اشکالات کے جوابات بھی مرحمت فرمائے۔ اپنے دوران درس وخطاب مولانائے محترم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا بھی ذکر خیر والہانہ انداز میں فرمایا۔ درس بخاری سے بھی طلباء مستفید ہوئے اور نہایت توجہ وانہماک سے انہوں نے درس وخطاب کو سنا۔ مولانائے موصوف نے اپنے درس میں حدیث شریف کی تعریف، حضرت امام بخاریؒ کے حالات زندگی، اشتغال بالحدیث کی فضیلت، بخاری شریف کا تعارف، صحیح بخاری کی تدریسی حیثیت، تراجم بخاریؒ کی خصوصیات، حضرت امام بخاریؒ کا مسلک، طریقۂ آغاز پر اشکال اور اس کا جواب، افتتاح کتاب میں امام بخاریؒ کی ندرت، انما الاعمال بالنیات کے علمی نکات پر علمی وتحقیقی اسلوب میں فاضلانہ گفتگو فرمائی۔ آخر میں مولانائے محترم نے اپنی سند حدیث کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے صحیح بخاری من اولہ الی آخرہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی نور اللہ مرقدہ سے پڑھی ہے۔ حضرت نے بخاری شریف کے ساتھ تمام کتابوں کی سند خصوصی طور پر مرحمت فرمائی۔ فرمایا کہ میری دوسری سند حضرت مولانا شاہ حلیم عطا صاحب سلونی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی ہے۔ حضرت مولانا کی سند علامہ قاضی شوکانیؒ سے ملتی ہے۔ میری تیسری سند حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کی ہے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ نے بھی احقر کو حدیث کی کتابوں کی اجازت عامہ عطا فرمائی۔ اخیر میں مولانائے محترم نے حضرت مولانا علی میاںؒ کی شفقتوں کو بھی یاد کیا۔ مسجد دارالعلوم میں طلباء سے خطاب کا رنگ بھی علمی وتحقیقی اور روحانی امتزاج کا حامل تھا۔ مولانائے محترم نے طلباء کو نہایت مفید مشورے دئے اور انہیں اپنے اندر ذوق علم وتحقیق پیدا کرنے اور رسوخ فی العلم حاصل کرنے کی طرف متوجہ فرمایا۔

Resi : 2268177
Mobile : 9415002535
Shop : 2213736
2500667
سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ رسالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جیلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ
پروپرائٹر: محمد اسلم
Haji Safiullah
Jewellers
Opp. Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow.-18

Shop: 260890
Resi: 269562
MOHD. IRFAN
PROPRIETOR
NEW KAREEM JEWELLERS
نیو کریم جیولرس
دوکان نمبر ابلد مارکیٹ ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

مئو کا بنا تیز اثردار افضلس نورانی تیل
لیبل وکیپ پر AFZALS
اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں
AFZALS
بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ، ورم، سوزش کے امراض نیز چوٹوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حادثہ، فتنہ کھانسی، نزلہ وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے۔
INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan- Mau- 275101 (U.P.)

91-512-2462039
2462311
Resi: 2451177
Paradise
LEATHER FINISHERS
Manufacturers & Suppliers Of Finished Leather & Leather Goods
MIG-37,K.D.A.Colony,Jajmau KANPUR-208010
E-Mail:
PLFsajid@Radiffmail.com
PLFsajid1@ Datainfosys.net